www.urducouncil.nic.in

نومبر 2025 ، قیمت :- ₹15

ماہنامہ

بچوں کی دنیا

نئی دہلی

Monthly **BACHON KI DUNIYA**, New Delhi

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

ماہنامہ اُردو دُنیا دہلی

Monthly URDU DUNIYA, New Delhi

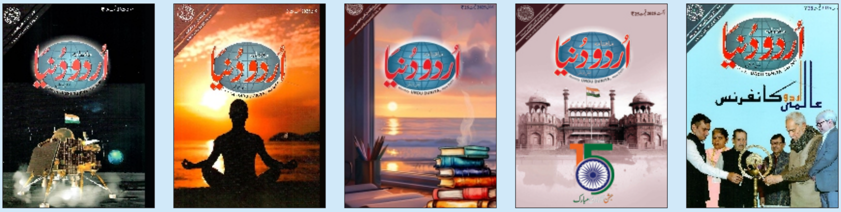

تمام تر رنگین صفحات اور دیدہ زیب تصاویر سے مزین ماہانہ عالمی جریدہ جسے آپ پوری دنیا میں اردو زبان کے کسی بھی ماہنامے سے بہتر پائیں گے۔ اردو کو آج کی دنیا سے جوڑنے والا اور عام اردو قاری و ادبی حلقوں کی دلچسپی کے ساتھ طلبا و اساتذہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنے والا اردو کا ماہنامہ

ہر شمارے میں پڑھیے ،اردو کے ادبی شاہکاروں کے علاوہ، علمی مضامین، ادبی انٹرویو، تاریخ، سائنس، صحافت، نئی کتابوں پر تبصرے، قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں، سمیناروں اور فروغ اردو سے متعلق نئی کاوشوں کا احوال اور بہت کچھ!

فی شمارہ: 25 روپے، سالانہ: 240 روپے

اردو زبان میں علم و آگہی کا معتبر ادبی جریدہ

سہ ماہی فکر و تحقیق

قومی اردو کونسل کی منفرد پیش کش

اردو زبان و ادب سے متعلق اہم تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر فکر انگیز اور تلاش و جستجو کو صحیح سمت دینے والے مواد کے ساتھ ہر تین ماہ بعد منظر عام پر آنے والا نہایت سنجیدہ علمی مجلّہ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیں!

ہندوستانی خریداروں کے لیے سالانہ قیمت: 100 روپے، فی شمارہ: 25 روپے

(قومی اردو کونسل کی ویب سائٹ، http://www.urducouncil.nic.in پر بھی دستیاب)

آج ہی اپنے نزدیکی بک اسٹال سے طلب کیجیے ہم سے رابطہ کیجیے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی 110066، فون: 26109746، فیکس: 26108159
E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

بچوں کی دنیا

جلد: 13 شمارہ: 11 نومبر 2025

مدیر : ڈاکٹر شمس اقبال

ناشر اور طابع

ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان
وزارتِ تعلیم۔محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومتِ ہند
فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی-110025

فون:49539000
شعبہ ادارت:11-49539009
ای میل
bachonkiduniya@ncpul.in
editor@ncpul.in
ویب سائٹ
http://www.urducouncil.nic.in

مطبع: میکاف پرنٹرس، B-127، سیکٹر 65، نوئیڈا۔201301 (یوپی)

قیمت:-/15 روپے، سالانہ :-/145 روپے

▪ اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

Total Pages: 64

'بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL، شعبۂ فروخت کے پتہ پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

شعبہ فروخت
ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم
نئی دہلی-110066
فون:26109746

ای میل:sales@ncpul.in

علاقائی مرکز: 110-7-22، تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس
بلاک نمبر 1-5، پتھر گٹی، حیدرآباد-500002
فون:040-24415194

اس شمارے میں

عنوان	مصنف	صفحہ
اداریہ	مدیر	04
ڈاک خانہ	قارئین	05
مضامین		
یوم ریڈیولوجی	انصار احمد معروفی	07
مطالعہ کیسے کریں	فرزانہ اسد	10
ڈیجیٹل ڈِیٹوکس	وسیم سعید	12
بچوں کی تعلیم وتربیت میں والدین کا کردار	محمد طارق عالم	15
یوم اطفال		
یومِ اطفال	محمد وزیر عالم	17
بچوں کے حقوق کا عالمی دن	اسید اشہر	18
نظمیں		
ہر گھڑی پڑھنے میں دل اپنا لگاؤ بچو	نظیر راہی	22
کمپیوٹر	رفیق گلاب	22
ماں کے نام کا پیڑ	ارشاد احمد ارشاد	23
پڑھو پیارے بچو	جاوید رانا	24
آزادی کے ترانے	شمیم اختر	25
اچھے انساں	سید کلیم رہبر	25
وطن کے ہیں فیوچر یہ بچے ہمارے	مہناز بانو	26
لیپ ٹاپ	فوزیہ اختر ردا	27
ڈراما		
دو دوست	اظہر افسر	28
کہانیاں		
عجیب امتحان	ادریس صدیقی	32
مچھلیوں کا استاد	مشتاق احمد	34
محنت کا پھل	ایم اے کنول جعفری	36
محنت میں عظمت	ام عمارہ ضیا	40
روٹی کی اہمیت	ٹی این بھارتی	43
عادت	ازند احمد	46
کلیم کے ابا کا پنکھا	انور ہادی	50
کھیل کھلاڑی		
شبھمن گل کی ایک ٹسٹ میں سنچری.....	عمران احمد	53
صحت		
بہترین پھل جوجسمانی صحت کے	عبدالمجید مکرو	56
واقفیت عامہ		
تاریخی، سائنسی اور ثقافتی معلومات	ادارہ	59
ننھے فنکار		
پینٹنگ		60

پیارے بچو! زندگی میں آگے بڑھنے اور کامیاب ہونے کے لیے محنت بہت ضروری ہے۔ محنت کرنے والا شخص کبھی ناکام نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کی لگن اور کوشش اسے منزل مقصود تک ضرور پہنچاتی ہے۔ محنت سے ناممکن کو بھی ممکن بنایا جاسکتا ہے۔ یہ ایک ایسی کنجی ہے جو کامیابی کے تمام دروازے کھول دیتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ محنت کیا ہے؟ محنت صرف جسمانی مشقت یا مشکل کام کرنے کا نام نہیں، بلکہ یہ دل سے کی جانے والی سنجیدہ اور مسلسل کوشش ہے جو آپ کو اپنے مقصد کے قریب لے آتی ہے۔ یہ وہ جذبہ ہے جو مشکل حالات میں آگے بڑھنے کی ہمت دیتا ہے۔ محنت کے ساتھ صبر و استقامت بھی ضروری ہے کیونکہ کامیابی کا سفر کبھی آسان نہیں ہوتا۔ جو شخص محنت کو اپنی عادت بنالیتا ہے وہ نہ صرف اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے بلکہ دوسروں کے لیے ایک مثال بن جاتا ہے۔

بچو! کیا آپ جانتے ہیں محنت کے کیا فائدے ہیں؟ سب سے پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ محنت سے خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ جب آپ ایمانداری سے اپنا ہوم ورک کرتے ہیں، پروجیکٹ تیار کرتے ہیں یا کوئی نئی چیز سیکھتے ہیں تو آپ کو یقین ہو جاتا ہے کہ آپ محنت سے کچھ بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ یہی خود اعتمادی آپ کو زندگی کے ہر مشکل مرحلے میں ہمت دیتی ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ محنت آپ کو نظم و ضبط سکھاتی ہے۔ جب آپ پڑھائی کا وقت مقرر کرتے ہیں، کھیل کی مشق کرتے ہیں یا اپنی روزمرہ کی سرگرمیوں کو ترتیب کے ساتھ انجام دیتے ہیں تو آپ کے اندر وقت کی پابندی اور منظّم رہنے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ یہی عادت آگے چل کر بڑے مقاصد حاصل کرنے میں آپ کا سہارا بنتی ہے۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ محنت انسان کو ناکامی سے گھبرانا نہیں سکھاتی۔ یاد رکھیں، ہر کامیابی کے پیچھے کئی ناکامیاں چھپی ہوتی ہیں۔ مشہور سائنسداں تھامس ایڈیسن نے بلب ایجاد کرنے کے لیے بے شمار کوششیں کیں اور بار بار ناکام ہوا، لیکن اس نے ہمت نہ ہاری۔ آخر کار اس کی محنت رنگ لائی اور آج ہمارے گھروں کی روشنی اسی کی مسلسل جد و جہد کا نتیجہ ہے۔

پیارے بچو! جب آپ امتحان میں اچھے نمبر لاتے ہیں، اپنی ٹیم کو کامیاب کراتے ہیں یا کوئی نیا ہنر سیکھتے ہیں تو جو خوشی آپ کو محسوس ہوتی ہے وہی اصل اور حقیقی خوشی ہے۔ یاد رکھیں! محنت ایک بیج کی مانند ہے، جس کی اگر پوری توجہ سے دیکھ بھال کی جائے تو وہ درخت بن کر میٹھا پھل دیتا ہے۔ اسی طرح زندگی میں بھی محنت کے بغیر کامیابی کا تصور ادھورا ہے۔ اگر آپ نے پڑھائی، کھیل یا کسی بھی ہنر کو سیکھنے میں محنت کو اپنا ساتھی بنایا تو یقین جانیے آپ کو کامیاب ہونے سے کوئی بھی نہیں روک سکتا۔

آپ کا

شمس اقبال

ڈاک خانہ

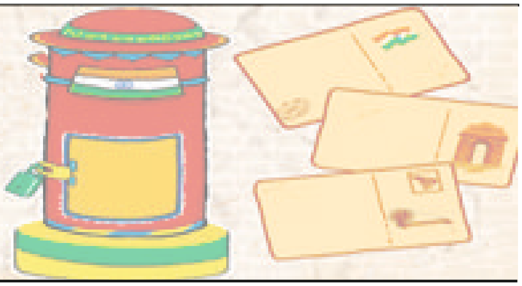

ماہنامہ بچوں کی دنیا اکتوبر 2025 کا شمارہ موصول ہوا۔ اداریہ بہت عمدہ ہے جس میں 'تعلیم اور اسکول' کے موضوع پر نہایت سنجیدہ اور بصیرت افروز خیالات پیش کیے گئے ہیں۔ موجودہ دور میں تعلیم کی اہمیت اور اسکول کے کردار پر آپ کی گفتگو بچوں اور والدین دونوں کے لیے رہنمائی کا درجہ رکھتی ہے۔

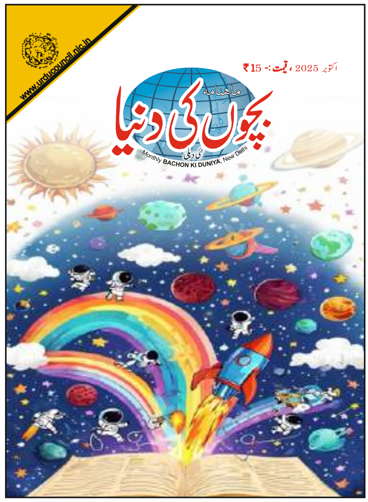

مضامین کا انتخاب بھی اچھا ہے جیسے 'یونیسیف: بچوں کا بین الاقوامی فنڈ' کے حوالے سے سید واجد علی شاہ جیلانی کا مضمون نہایت معلوماتی اور بصیرت بخش ہے۔ بچوں کی فلاح و بہبود کے لیے عالمی سطح پر کی جانے والی کاوشوں سے نئی نسل کو آگاہ کرنا وقت کی ضرورت ہے۔ بانو سرتاج کا برف کے گھر اگلو پڑھ کر کچھ نئی چیزوں کا علم ہوا۔ ان کی تحریر میں روانی اور دلکشی ہے لیکن مضمون میں بعض مقامات پر مزید وضاحت کی گنجائش محسوس ہوئی خاص طور پر اگلو کے تعمیر کے طریقے اور وہاں کے رہائشیوں کی روزمرہ زندگی کے متعلق اگر تھوڑی اور روشنی ڈالی جاتی تو مضمون اور بہتر ہوسکتا تھا۔ عبدالقدوس کا مضمون 'مہاتما گاندھی: امن کے علمبردار رہنما' بھی بےحد اہم اور سبق آموز ہے۔ اس میں گاندھی جی کی عدم تشدد اور امن کی تعلیمات کو آج کے حالات کے تناظر میں پیش کیا گیا ہے۔ اس شمارے میں شامل نظمیں اور کہانیاں بھی اچھی ہیں۔ ہر نظم اور کہانی دل کو چھو لینے والی اور بچوں کے لیے حوصلہ افزا ہے۔ سائنسی تحریر، واقفیت عامہ اور چمن چمن کے پھول بھی نہایت کارآمد اور معلوماتی ہے۔ دعا ہے کہ رسالہ 'بچوں کی دنیا' یوں ہی اپنی روشنی بکھیرتا رہے اور آنے والی نسلوں کو علم و ادب کی خدمت کے لیے تیار کرتا رہے۔

صوفیہ جمال، بیتا، دربھنگہ

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' اکتوبر 2025 کا شمارہ وقت پر موصول ہوا۔ ایک ہی نشست میں پوری کہانیاں اور نظمیں اور ایک ڈرامہ ننھی کاؤنسلر پڑھ ڈالا۔ یہ بچوں کا محبوب رسالہ ہے۔ میں اپنی پچپن سالہ عمر میں بھی ہر ماہ پابندی سے دس شمارے منگواتا ہوں۔ خود پڑھتا ہوں اور بچوں کو بھی دیتا ہوں۔ دعا ہے کہ رسالہ پھلے پھولے اور ترقی کرے۔

مولانا عادل ندوی، المنار اسکول پوار بستی چکھلی پونہ مہاراشٹر

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' کا شمارہ خریدا۔ سرورق پر نظر پڑتے ہی بے اختیار منہ سے نکلا 'آفریں! آفریں! کیا ہی

ضلع پریشد اردو بوائز اسکول بودوڈ ضلع جلگاؤں، درجہ ششم کے بچے 'بچوں کی دنیا' کے ساتھ

پیارا بامعنی سرورق ہے۔ سونے پر سہاگہ اداریہ بھی دل کو چھوگیا۔ اردو داں بچوں کے لیے آپ نے آسمان چھونے کا بندوبست کررکھا ہے۔

ڈاکٹر افتخار احمد، مالیگاؤں، ناسک

ماہ نامہ 'بچوں کی دنیا' اکتوبر 2025 کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ رسالے کا سرورق اتنا خوبصورت اور معنی خیز ہے کہ دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ سرورق پر سائنسی تجربات اور سیاروں کی مصوری بچوں کی خاص دلچسپی کا محور و مرکز رہا۔ ہمارے گھر میں تین بچے ہیں اور ہماری کوشش رہتی ہے کہ یہ رسالہ ہم ان سے ضرور پڑھوائیں۔ پہلا مضمون برف کے گھر معلوماتی مضمون ہے، اور یہ بہت عمدگی سے سوال و جواب کے ذریعے پیش کیا گیا ہے۔ کامیابی کا راز ایک سبق آموز مضمون ہے، اسے بچوں کو بغور پڑھنا چاہیے۔ سائنسی اور تاریخی نقطہ نظر سے اس میں تمام کہانیاں قابل تحسین ہیں۔ 'یونیسیف، بچوں کا بین الاقوامی فنڈ' مضمون بچوں کی نشونما کے لیے فنڈ مہیا کراتا ہے۔ یہ مضمون بچوں کی جنرل نالج میں اضافہ کے ساتھ اس کی اہمیت کا اندازہ کراتا ہے۔ مہاتما گاندھی پر ایک مضمون اور ایک نظم پڑھ کر اچھا لگا کہ دو اکتوبر گاندھی جینتی کی مناسبت سے عمدہ انتخاب پیش کیا گیا ہے۔ نظم 'ہولی' جہاں ہندوستانی تہوار کی رنگا رنگی پر روشنی ڈالتی ہے وہیں بجلی کا بل کہانی فضولیات سے پرہیز کرنے کا سبق سکھاتی ہے۔ 'والدین سے محبت' میں بچوں کی تربیت کو اوران کے اخلاق حسنہ کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ 'موبائل کی دنیا' مضمون بہت کارآمد ہے کیونکہ آج کل بچے پیدا ہوتے ہی موبائل پکڑ لیتے ہیں، جس سے ان کی آنکھوں کے ساتھ ساتھ صحت بھی متاثر ہوتی ہے۔ اس میں موبائل کے نقصانات کو زیر تحریر لایا گیا ہے۔ اس شمارے میں منشی پریم چند پر بھی ایک مضمون شامل ہے۔ منشی پریم چند کی کہانی بچوں کے نصابی کتب میں شامل ہے۔ یہ مضمون بچوں کے لیے بے حد معلوماتی ہے۔ اس طرح کے مضامین کو ترجیح دیا جانا بہت ضروری ہے تاکہ بچے جن کی تحریروں کو پڑھتے ہیں ان کی زندگی اور شخصیت سے بھی واقف ہوسکیں۔ اسی طرح وکرم سارا بھائی مضمون میں ایک ماہر فلکیات کی زندگی اور اس کے کارناموں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر اس رسالے میں شامل تمام کہانیاں، نظمیں بہت عمدہ اور چشم کشا ہیں۔

محمد عمار نعمانی، ٹیڑھی پلیا، لکھنؤ، یوپی

یومِ ریڈیولوجی

انصار احمد معروفی

ایکسرے مشین آج کل ہر جگہ رائج ہے،اور ابتدائی جانچ کے طور پر انسانی جسم کے اندر کی کمی اور زیادتی کو اس مشین کے ذریعے بغیر کسی آپریشن کے جھانکا جاتا ہے، اور مرض کے متعلق دریافت کیا جاتا ہے، مثلاً یہ کہ انسان کے اندر پھیپھڑے میں کوئی داغ دھبہ تو نہیں، یا کوئی اور مرض تو اندر نہیں پل رہا ہے؟ انسان کی ہڈیاں جڑی ہوئی ہیں یا کسی حادثے میں ٹوٹ گئی ہیں؟ یا کہیں اور کوئی مرض تو جنم نہیں لے رہا ہے؟ الغرض جسم کی اندرونی ساخت سے متعلق ایکسرے جانچ کے واسطے سے ایک ڈاکٹر مکمل معلومات کی بنا پر مریض کی بیماریوں سے متعلق صحیح دوا تجویز کرتا ہے، اور مریض کی شفا سے متعلق عملی اقدام کرتا ہے۔ ویسے تو دنیا میں بہت ساری چیزیں سائنسی تجربات کی روشنی میں میدان میں آچکی ہیں، جن میں میڈیکل سائنس کے تعلق سے ایکسرے کی ایجاد کو ماہرین یا عوام کی نگاہ میں سب سے اہم مانا جارہا ہے، کیونکہ 1895 سے قبل اطبا مریض کے اندرونی امراض کی تصویر لینے اور انسان کے داخلی اعضا سے متعلق کیمرے کی آنکھ سے دیکھنے سے بہت دور تھے اور اپنی حکمت عملی اور ریاض کی بنا پر حکما اندرونی بیماریوں سے متعلق کوئی رائے قائم کرکے دوائیں لکھا کرتے تھے، مگر جب اس کی ایجاد ہوگئی اور ماہر طبعیات کونراڈ نے اپنی مسلسل محنت اور تجربے سے جب انسان کے اعضا کی تصویر لینے میں کامیابی حاصل کرلی، تب سے برابر اس ایکسرے کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوششیں جاری رہیں اور تجربے کی بنیاد پر اس میں وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلی اور بہتری ہوتی رہی ہے۔

آج ایکسرے کو میڈیکل سائنس کی دنیا میں اہم دریافت میں شمار کیا جاتا ہے، اور ڈاکٹروں کے نزدیک مریض کی صحیح جانچ پڑتال میں اس کو ریڑھ کی ہڈی سمجھا جاتا ہے، جس کی جانچ کے بغیر امراض کی صحیح تشخیص ایک

مشکل کام بلکہ شبہ کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ مریض بھی اپنی طرف سے اس بات کے خواہش مند ہوتے ہیں کہ ایکسرے اور دوسری ترقیاتی مشین کے ذریعے ان کے جسم کے اندرون کا جائزہ لے لیا جائے اور پھر کوئی دوا تجویز کی جائے۔

آج بڑے بڑے ڈاکٹر مریض کا علاج اس وقت تک نہیں کرتے ہیں جب تک کہ ایکسرے، خون کی جانچ، سٹی اسکین، الٹرا ساؤنڈ، ایم آر آئی وغیرہ نہ کرالیا جائے۔ مریض جب اپنی حالت کسی ڈاکٹر کے سامنے بیان کرتا ہے، تو ڈاکٹر اس مرض سے متعلق اپنی رائے قائم کرتا ہے، اور تسلی کے لیے جانچ وغیرہ لکھ دیتا ہے، ان جانچ کے ذریعے ڈاکٹر حضرات کو تشخیص اور علاج میں مدد ملتی ہے اور مرض سے متعلق صحیح دوا تجویز کی جاتی ہے۔ جانچ سے متعلق آج کل جتنے ذرائع وجود میں آئے ہوئے ہیں وہ سب اسی ریڈیولوجی شعبے کی ترقی کی بدولت ہیں۔

کسی بھی بیماری؛ مثلاً کینسر ہی کو لیجیے، سے متعلق جانچ کی وجہ سے امراض کا بہت جلد پتا چل جاتا ہے اور اس کی وجہ سے مریض کا وقت اور پیسہ ضائع ہونے سے محفوظ ہو جاتا ہے اور مریض کی شفا کی جلد امید بندھ جاتی ہے، بر خلاف دوسری صورت کے، ممکن ہے کہ ڈاکٹر مریض کے احوال سے کسی بیماری کا بذات خود تعین کر لے، اور اس سے متعلق دوا پر دوا لکھتا رہے، اور شفا اس کے ہاتھوں سے صحیح تشخیص نہ ہونے کی وجہ سے دور ہوتی رہے، اس صورت میں نہ صرف یہ کہ مریض کی بیماری اور بڑھتی رہے گی، بلکہ وقت اور پیسہ بھی برباد ہوگا، اور صحیح علاج نہ ہونے کی وجہ سے دوسری طرف کوئی نیا مرض بھی جنم لیتا رہے گا۔ اس لیے جانچ کی بنا پر صحیح دوا تجویز ہوتی ہے اور بروقت علاج کے باعث قیمتی جان بچائی جاسکتی ہے۔

ریڈیولوجی کا دائرہ بہت وسیع ہے، اور آج کل جتنی جانچ ہو رہی ہے وہ سب اسی شعبے کے پھیلاؤ کا نتیجہ ہے۔ اس کے ذریعے جسم کی ایک ایک ساخت کا باریک بینی سے معائنہ کیا جانا ممکن ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں مزید تجربات ہو رہے ہیں، اور میڈیکل سائنس میں مزید پیش رفت اور جدید سے جدید ترقیات سے یہ شعبہ مالا مال ہو رہا ہے، جس کے ذریعے اگرچہ علاج مہنگا ہوتا جارہا ہے، مگر اس سے صحت کی بحالی کے امکان میں امیدیں بڑھتی جارہی ہیں۔

دنیا میں نئے نئے امراض بہت سی وجوہات کی بنا پر جنم لے رہے ہیں، اور بہت سی ایسی بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں، جن کے بارے میں پرانی طب لاعلم ہے، ان نئی نئی بیماریوں کے علاج سے متعلق نئی نئی جانچ کا عمل مکمل کرکے دواؤں کا کام شروع ہوتا ہے، بڑے بڑے اسپتالوں اور ڈاکٹروں کے یہاں جانچ کے لیے لیب بنے ہوئے ہیں، جن میں سب سے پہلے جانچ کا کام شروع ہوتا ہے، لیکن آج مختلف جانچ کی وجہ سے مریض کی جیبیں اتنی تیزی خالی ہوتی جارہی ہیں جس کی کوئی حد نہیں۔

مریض ان جانچوں سے اوب جاتا ہے، پھر پریشانی یہ کہ ایک ڈاکٹر کے ذریعے کرائی گئی جانچ سے دوسرا ڈاکٹر مطمئن نہیں ہوتا، اور پھر سے اپنی خواہش کے مطابق جانچ کا کام شروع کرتا ہے، جس سے مریض صدمہ اور خرچ کی وجہ سے اور مریض ہو جاتا ہے اور گھر والے پیسے کا انتظام کرتے کرتے اور لوگوں سے قرض لیتے لیتے تھک جاتے ہیں، اگر کسی ڈاکٹر کے یہاں جانچ کا اپنا لیب نہیں تو اس کا مختلف جانچ سینٹرز سے رابطہ رہتا ہے، جہاں وہ اپنے

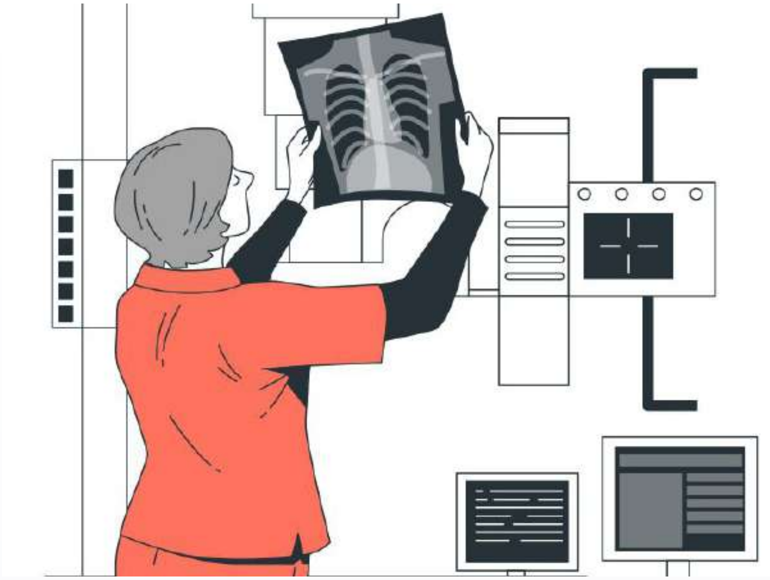

مریضوں کو بھیجتا ہے، جس میں اسے اچھا خاصا کمیشن اور حصہ ملتا ہے۔ بہرحال نئی نئی جانچ مشینوں سے مرض کا تعین آسان ہوتا ہے، مگر ڈاکٹر حضرات کو مریضوں کے ساتھ محبت اور ہمدردی سے پیش آ کر ان کے ساتھ مسیحائی کرنی چاہیے اور کئی قسم کی جانچ کے نام پر ان سے محض دُھن کمانے کی دُھن میں نہیں رہنا چاہیے۔

پہلے زمانے میں جب نبض ٹٹول کر علاج کیا جاتا تھا، نبض کے ذریعے مرض کی رگ پکڑ لی جاتی تھی، اس وقت بہت کم پیسے میں مریض کا علاج ہو جاتا تھا، اس وقت حکما اپنے آپ کو مریض کا خادم کہتے تھے، جس کی وجہ سے انھیں مسیحا کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ جانچ کے نام سے بہت سے بہت قارورہ یعنی پیشاب کی جانچ ہو جاتی تھی، اس کی صورت اس طرح ہوتی تھی کہ مریض اپنے پیشاب کو کسی صاف شیشی یا بلب میں لے جاتا تھا، اسے حکیم دیکھ کر مرض پکڑ لیتے اور اس کا صحیح علاج کر دیتے تھے۔

پہلے کے حکما نبض پر ہاتھ رکھتے ہی اس کی رفتار سے امراض کی نوعیت سمجھ جاتے تھے، اور نسخہ لکھ دیا کرتے تھے، اس زمانے میں جانچ کے نت نئے طریقے بھی نہیں تھے، مگر ان حکما کو ایسی تعلیم دی جاتی تھی جس سے وہ مرض کو بآسانی سمجھ جاتے، اس دور میں علاج کتنا کم قیمت اور آسان ہوتا تھا، پھر خوبی یہ کہ اس علاج سے مرض کا نام ونشان بھی مٹ جاتا تھا۔

بہرحال آج کے دور کے حساب سے جانچ کے لیے بہت ساری مشینیں اور سہولتیں ہیں، جن سے استفادہ کیا جاتا ہے، 8 نومبر جس دن ولیم کونراڈ رینٹگن نے 1895 میں ایکسرے کے وجود کو دریافت کیا، پوری دنیا میں ریڈیولوجی کے عالمی دن کے طور پر جانا جاتا ہے، ایکسرے مشین کے اس موجد کا تعلق جرمنی سے تھا۔

سال میں 8 نومبر کو 'عالمی ریڈیولوجی' منا کر لوگوں میں جدید سہولتوں سے علاج اور استفادہ کی ترغیب کے ساتھ علم طب میں ترقیات سے آگاہی بھی مقصود ہوتی ہے۔

اس دن کے منانے کا مقصد صحت عامہ کی جدید سہولتوں کی فراہمی میں علم طب کے کردار کو اجاگر کرنا ہے، یہ دن اکسریز کی دریافت کی مناسبت سے منایا جاتا ہے۔

■

Ansar Ahmad Marufi
Baluwa, Post: Kurthi, Jafarpur
Distt.: Mau - 275305,(UP)
Mob.: 8853214848
ansarahmad3567@gmail.com

فرزانہ اسد

مطالعہ کیسے کریں

کتابوں کا مطالعہ یوں تو بہت آسان معلوم ہوتا ہے؛ مگر ان سے صحیح معنوں میں استفادہ کرنا بہت مشکل کام ہے۔

مطالعے سے پہلے یہ طے کرنا ضروری ہے کہ آپ کا مقصد کیا ہے۔ مثلاً معلومات حاصل کرنا، تفریح یا تحقیقی کام کرنا، کسی موقعے کی تقریر، درس، مباحثہ یا انٹرویو کی تیاری وغیرہ، اپنے مزاج کے مطابق کتابوں کا مطالعہ مسرت کا ذریعہ ہے۔ کتابوں کو بوجھ سمجھ کر نہیں پڑھنا چاہیے۔ بے دلی سے کیا گیا مطالعہ بے سود ثابت ہوتا ہے۔ رات کے وقت کیا گیا مطالعہ، کتاب کے مواد کو ذہن میں اچھی طرح محفوظ رکھتا ہے۔ صبح سویرے ہمارا ذہن عموماً خیالات اور فکروں سے خالی ہوتا ہے۔ اس وقت کیا گیا مطالعہ بھی دیگر اوقات کے مقابلے میں مفید ہے۔ مطالعے کے بعد اس میں پیش کیے گئے نکات پر دوستوں کے ساتھ بحث و مباحثے سے ہمیں اس کے نئے پہلوؤں پر غور و فکر کے مواقع حاصل ہوتے ہیں اور ہم کتاب کو بہتر طور پر سمجھ پاتے ہیں۔

کسی کتاب کا مطالعہ شروع کرنے سے پہلے اسے سرسری طور پر دیکھ کر اس کے متعلق چند ضروری باتیں ضرور جان لیں۔ عام طور پر کتاب کا آغاز کسی تعارفی مضمون سے ہوا کرتا ہے جو اس کتاب کے بارے میں ضروری معلومات فراہم کرتا ہے۔ کتاب کے اندرونی کور یا ابتدائی کسی مضمون میں کتاب کے مصنف کے بارے میں معلومات بھی درج ہوتی ہے۔ اس سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ اس کتاب میں کس قسم کی معلومات یا کس قسم کا ادب موجود ہے۔ اس کے بعد آپ کتاب کے ابواب (Chapters) کی طرف بڑھنے سے پہلے اگر کتاب کی چھوٹی، بڑی ہیڈنگس، خلاصہ (اگر موجود ہو) اور اختتام پر بھی نظر ڈال لیں تو کتاب کو اچھی طرح سمجھ سکیں گے۔

کتابوں کو اگر دھیان کے ساتھ دھیرے دھیرے پڑھا جائے تو ہمیں بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اچھے پڑھنے والوں کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ کتاب

کے اہم جملے، اقتباسات اور معلومات کو اپنی بیاض یا ڈائری میں نوٹ بھی کرتے چلتے ہیں۔

ان تمام باتوں کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اچھی کتابوں کا انتخاب کریں۔اس سلسلے میں ہمارے اساتذہ، والدین یا پڑھے لکھے دوست ہماری مدد کر سکتے ہیں۔فحش یا ایسی کتابیں جو ہمارے اخلاق کو خراب کر سکتی ہیں اور اسی طرح موبائل پر موجود بری چیزوں سے ہمیں ہمیشہ دور رہنا چاہیے۔اس سے ذہن خراب ہوتا ہے اور دل و دماغ کی یہ خرابی گناہوں کی ترغیب دیتی ہے۔

اس سلسلے میں اردو کے مشہور ادیب اور پہلے ناول نگار ڈپٹی نذیر احمد کے ناول توبۃ النصوح کے ابتدا میں بیان کیا گیا ایک واقعہ بڑا دلچسپ اور سبق آموز ہے۔ ایک رات ایک خواب دیکھنے کے بعد نصوح کی زندگی میں ایک اہم موڑ آتا ہے۔ وہ تمام برائیوں سے توبہ کر لیتا ہے۔اسے خیال آتا ہے کہ اب تک میں نے اپنے گھر میں موجود جو کتابیں پڑھی ہیں وہ اچھی نہیں ہیں انھیں پڑھ کر بھی میں برے راستے پر نکل پڑا تھا اس لیے وہ ان تمام کتابوں کو جلا دیتا ہے۔

یہ سچ ہے کہ کتابیں ہوں یا موبائل یا انٹرنیٹ پر موجود بہت سے چیزیں جو ہماری نظر سے گزرتی ہیں، وہ موذی جانور سے زیادہ خطرناک ہوا کرتی ہیں۔ ہم اپنی زندگی، اپنے اخلاق اور اپنے کردار کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں بہت احتیاط کے ساتھ یہ طے کرنا ہوگا کہ کیا پڑھنا ہے اور کیا دیکھنا ہے۔جس طرح صحت اور تندرستی برقرار رکھنے کے لیے مفید غذا اور کھانوں کا انتخاب کیا جاتا ہے مطالعے کے لیے بھی کتابوں کا انتخاب اسی طرح ضروری ہے۔

کتابیں یقیناً مختلف قسم کی ہوتی ہیں اور ان کا مطالعہ ہماری شخصیت پر گوں ناگوں اثرات مرتب کرتا ہے۔

علمی کتابوں کے مطالعے سے ہماری معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔منطق و فلسفے سے متعلق کتابیں قوتِ استدلال کو بڑھاتی ہیں۔ مذہبی کتابوں سے روحانی بالیدگی اور عقائد کی پختگی پیدا ہوتی ہے۔ادب کے مطالعے سے ہم جذبات و احساسات کی وسعت سے آشنا ہوتے ہیں۔ شاعری ہماری جمالیاتی حس کو جلا بخشتی ہے۔ ناولوں کا مطالعہ سوچ اور احساس میں وسعت کا سبب ہے۔ناولوں میں مختلف زمانوں میں وسیع کینوس پر بکھرے ہوئے کردار اور ان کے اندرون میں جاری کشمکش اور احساسات کی کروٹیں نہ صرف ہمارے دل و دماغ کو وسعت بخشتی ہیں بلکہ انسانی ہمدردی اور آفاقی قدروں سے بھی سے آشنا کرتی ہیں۔ادب کا مطالعہ تنگ نظری کا علاج اور فکر و نظر کی کشادگی کا ذریعہ ہے۔

آج موبائل اور سوشل میڈیا نے جہاں سیکڑوں کتابیں مہیا کر رکھی ہے وہیں ان ذرائع کا استعمال ہمارے اور کتابوں کے درمیان ایک دیوار بن گیا ہے۔موبائیل، لیپ ٹاپ یا کمپیوٹر پر کتابیں پڑھنا ایک مشکل کام ہے۔ جس قدر سہولت اور لطف کے ساتھ ایک کتاب براہِ راست پڑھی جاتی ہے وہ کیفیت مذکورہ ذرائع پر دستیاب نہیں۔

■

Farzana Asad
30, Gulistan Colony
Near Panday Amrai Lance
Nagpur - 440013 (Maharashtra)
farznaf2018@gmail.com

وسیم سعید

ڈیجیٹل ڈیٹوکس

پیارے بچو! ڈیجیٹل دور میں آج انسان کی طرزِ زندگی ڈیجیٹل طرز میں بدلتی جارہی ہے، جہاں انسان اپنی ضرورت کے لیے ڈیجیٹل آلات کا استعمال حد سے زیادہ کررہا ہے۔ ڈیجیٹل طرز زندگی آج شہروں تک ہی محدود نہیں بلکہ گاؤں اور دیہات بھی اس کی گرفت سے اب دور نہیں ہے۔ ڈیجیٹل آلات نے انسان کی زندگی میں ایک نیا انقلاب برپا کردیا ہے۔ جس میں خصوصاً انٹرنیٹ اور موبائل فون شامل ہے۔ آج عوام الناس کی طرزِ زندگی میں انٹرنیٹ اور موبائل فون نے اپنی گرفت اس قدر مضبوط کرلی ہے کہ اس کے بغیر زندگی ادھوری اور ناقص معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ یوں کہا جائے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ آج ہم موبائل فون اور انٹرنیٹ کے غلام بن گئے ہیں۔ جس طرح روٹی، کپڑا اور مکان انسان کی بنیادی ضرورت ہے، بالکل اسی طرح انٹرنیٹ اور موبائل فون بھی ڈیجیٹل دور کی اہم ترین ضروریات میں شامل ہوگیا ہے۔ آج موبائل صرف ایک آلہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک عادت بن گیا ہے۔ انٹرنیٹ کے بڑھتے قدم نے جہاں انسان کو سہولیات فراہم کی ہیں وہیں نئی نئی پریشانیاں بھی جنم لی ہیں۔ انٹرنیٹ کے زیادہ استعمال سے عوام الناس میں اضطراب اور بے چینی بڑھتی جارہی ہے۔ ہم صبح اٹھنے سے لے کر رات کو سونے تک ہر فارغ لمحے میں اسکرین کو دیکھنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ یہ مسلسل ڈیجیٹل موجودگی ہماری نیند، آنکھیں، جلد، تعلقات اور دماغی صحت کو متاثر کررہی ہے بلکہ اس سے گردن اور انگوٹھے میں درد پیدا ہورہا ہے۔

پیارے بچو! آج کے دور کے بچے گلی کوچوں، کھیت کھلیانوں، باغات اور میدانوں میں کھیلتے نظر نہیں آتے بلکہ وہ ڈیجیٹل دور میں گیمنگ ایپس میں دوست بناتے ہیں۔ رشتے دار اور دوست واحباب اب تہواروں پر ایک دوسرے کے گھروں میں ملنے کے لیے نہیں جاتے بلکہ اس کی بجائے وہ واٹس ایپ، فیس بُک، انسٹا گرام پر تہواروں کی مبارکباد دیتے اور موصول کرتے ہیں۔ ہمارا Wi-Fi ہم سے بہتر جانتا ہے کہ ہمارا خیر خواہ پڑوسی کون ہے۔ یہ تمام چیزیں ڈیجیٹل کنکشن کے باوجود سماج سے منقطع ہونے کی طرف واضح اشارہ کرتی ہیں۔

دورِ حاضر میں تمام لوگ جن میں بچے، نوجوان اور ضعیف العمر کے لوگ شامل ہیں، سب کا آج کا معمول بن چکا ہے کہ صبح نیند سے بیدار ہونے پر سب سے پہلا یہ کام کرتے ہیں کہ وہ اپنا موبائل فون تلاش کرتے ہیں اور ان کے ہاتھوں کی انگلیاں موبائل فون کی اسکرین کو اسکرول کرنے کے لیے بے تاب اور بے چین رہتی ہیں۔

ڈیجیٹل روزہ کیا ہے۔ڈیجیٹل روزہ جسے ڈیجیٹل ڈیٹوکس (Digital Detox) کہا جاتا ہے، اسے ای روزہ بھی کہا جاتا ہے۔ ڈیٹوکس کا اُردو میں مطلب ہوتا ہے زہرکشی۔ یہ عمل کسی زہریلے مادے یا نشے وغیرہ کو جسم سے نکالنے یا اس کے اثر کو زائل کرنے کے عمل کو کہتے ہیں۔جس کا مطلب ہے اپنے آپ کو ڈیجیٹل آلات جیسے موبائل فون خاص طور پر سوشل میڈیا، انٹرنیٹ، لیپ ٹاپ، ٹی وی سے ایک خاص مدت تک دور رکھنا ہے۔ یہ ایک ذہنی جذباتی اور سماجی توازن حاصل کرنے کی کوشش ہے جس میں ٹیکنالوجی کے بغیر زندگی گزارنے کی عادت ڈالی جاتی ہے۔

پیارے بچو! انسٹاگرام پر ریلس دیکھنے کا شوق جو آپ پر حاوی ہو چکا ہے اُسے ترک کریں اور آپ واٹس ایپ پر کسی نوٹیفکیشن پر توجہ بھی مرکوز نہ کریں۔ مجموعی طور پر ذہن کو دن بھر جیب میں بار بار موبائل تلاش کرنے کی پریشانی سے آزاد ہونا چاہیے، یہ ہے ڈیجیٹل روزہ۔ یہ بظاہر ایک چھوٹا سا عمل ہے لیکن یہ آپ کے لیے مفید اور کارآمد تجربہ ثابت ہوسکتا ہے۔ کیونکہ موجودہ وقت میں جسمانی صحت کے ساتھ ساتھ ذہنی اور روحانی سکون کی بھی ضرورت نہایت اہم ہے۔

ڈیجیٹل روزہ رکھنے کے چند اہم فوائد

1. تناؤ اور اضطراب کو کم کرنا: ڈیجیٹل آلات سے مسلسل جڑے رہنے سے تناؤ اور اضطراب سے ڈیجیٹل روزہ ان مسائل کو کم کرنے میں مدد کرسکتا ہے۔
2. بہتر نیند: رات کو اسکرین سے خارج ہونے والی نیلی روشنی نیند میں خلل ڈال سکتی ہے۔ ڈیجیٹل روزہ ان مسائل کو کم کرنے میں بھی مدد کرسکتا ہے۔
3. تعلقات میں بہتری: جب ہم اسکرین سے ہٹ کر

دیکھتے ہیں تو ہماری نظریں اپنے پیاروں اور جاننے والوں سے ملتی ہیں۔ بات چیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ رشتے استوار اور مضبوط ہوتے ہیں۔

4. تخلیقی صلاحیتوں میں اضافہ: ڈیجیٹل روزہ سے تخلیقی صلاحیتوں میں پختگی آتی ہے۔ وقت کا بہتر استعمال کیا جاتا ہے۔ لوگ کتابیں پڑھتے ہیں۔ غزلیں، نظمیں، گیت اور موسیقی سنتے ہیں اور تحریری کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔

5. اپنے آپ سے جڑنا: اس دور کا یہ ایک عجیب المیہ ہے کہ ہم ساری دُنیا سے جڑے اور منسلک ہوتے ہیں مگر خود سے بہت دور ہوگئے ہیں۔ ڈیجیٹل روزہ اس فاصلے کو تھوڑا کم کرتا ہے۔

ڈیجیٹل روزے کا کیسے آغاز کریں:

یہ کام مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں۔ شروعات میں فون سے صرف دو تین گھنٹے دور رہنے کی کوشش کریں۔ پھر دھیرے دھیرے No-Digital Sunday جیسے پورے دن کا فیصلہ کریں۔ اصول طے کریں، کھاتے وقت، سونے سے ایک گھنٹہ قبل یا صبح اُٹھنے کے تیس منٹ بعد تک بغیر فون والا زون ہونا چاہیے۔

اہل خانہ اور دوستوں کو ساتھ لے کر چلیں

اگر آپ کے ساتھ آپ کے عزیز و اقارب اور دوست لوگ بھی ڈیجیٹل روزہ رکھتے ہیں تو یہ کام نہ صرف آسان ہوجاتا ہے بلکہ مزہ اور لطف بھی آتا ہے۔ اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ڈیجیٹل روزے کی حالت میں کیا کرنا چاہیے۔ ہمیں کتابیں پڑھنا لکھنا، چہل قدمی کرنا، پینٹنگ کرنا، نظمیں اور غزلیں وغیرہ پڑھنا چاہیے۔ غرض ایسی چیزوں کا استعمال کرنا چاہیے جو آپ کو اسکرین کے بغیر خوشی دے سکے۔

پیارے بچو! اب آپ کو کچھ پریشان کن اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ ایک اوسط شخص روزانہ تقریباً سات گھنٹے اسکرین پر وقت گزارتا ہے۔ ہر دس میں سے چھ نوجوان اپنا موازنہ سوشل میڈیا پر لوگوں سے کرتے ہیں جس سے ذہنی تناؤ بڑھتا ہے۔ ڈیجیٹل تھکاوٹ اب ایک عام حالت ہے، جس کی وجہ سے سر درد، چڑچڑاپن، بے خوابی اور تنہائی کے بڑھتے ہوئے احساسات میں دن بہ دن مزید اضافہ ہو رہا ہے۔

پیارے بچو! اسکرین کے باہر زندگی نہایت ہی خوشگوار اور پُرامن ہے۔ جب آپ موبائل کے بغیر ایک دن گزارتے ہیں تو آپ کو علم ہوجائے گا کہ حقیقی 'کنیکٹیویٹی' کیا ہے۔ اپنے ساتھ، اپنے رشتے داروں اور دوستوں کے ساتھ وقت گذاریں گے، ان سے بات کریں گے تو آپ خود کو زیادہ بہتر اور خوش پائیں گے۔

پیارے بچو! آج پوری دُنیا میں ڈیجیٹل روزے کی تحریک بڑے پیمانے پر چلائی جارہی ہے۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ ڈیجیٹل روزہ ضرور رکھیں اور ذہنی سکون اور راحت حاصل کریں اور حقیقی زندگی کا لطف اور مزہ حاصل کریں۔

■

Waseem Sayeed
Librarian, Mohd Ali College
of Education (B.Ed)
Kamptee - 441001 (Maharashtra)
Mob.: 7620594269
waseemsayeed77@rediffmail.com

محمد طارق عالم

مضمون

بچوں کی تعلیم وتربیت میں والدین کا کردار

تعلیم زندگی کی سب سے بڑی نعمت اور انسان کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔ یہ نہ صرف عقل وشعور عطا کرتی ہے بلکہ انسان کو اچھے برے میں فرق کرنے کی صلاحیت بھی دیتی ہے۔تعلیم انسان کی شخصیت کو نکھارتی ہے، اس کے اخلاق کو سنوارتی ہے اور اس کی سوچ کو وسیع کرتی ہے۔ جس طرح سورج اپنی روشنی سے پوری دنیا کو منور کرتا ہے، اسی طرح تعلیم انسان کے دل ودماغ کو روشن کرتی ہے۔ اسی لیے تعلیم کو 'تیسری آنکھ' کہا گیا ہے، جو انسان کو اندھیروں سے نکال کر اجالے کی طرف لے جاتی ہے۔ ایک تعلیم یافتہ شخص ہی اپنی ذات کو بہتر بناتا ہے اور دوسروں کی زندگیوں میں بھی مثبت تبدیلی کا باعث بنتا ہے۔

گھر: پہلی درسگاہ

بچے کی زندگی کا پہلا مدرسہ اس کا گھر ہے۔ بچہ بولنا، چلنا، کھانا پینا اور دوسروں سے تعلق رکھنا سب سے پہلے اپنے گھر سے سیکھتا ہے۔ والدین اور گھر کے دوسرے افراد بچے کے اولین معلم اور رہنما ہوتے ہیں۔ بچے کا ذہن سفید کاغذ کی مانند ہوتا ہے جس پر سب سے پہلے گھر کے ماحول اور والدین کے رویے کے نقوش ثبت ہوتے ہیں۔ اگر گھر کا ماحول محبت، سکون اور احترام پر مبنی ہو تو بچہ بھی خوش اخلاق، مہذب اور بااعتماد شخصیت کا مالک بنے گا۔لیکن اگر گھر میں جھگڑے، سختی اور لاپرواہی ہو تو بچہ منفی اثرات کا شکار ہوسکتا ہے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ "گھر کا جیسا ماحول، ویسا ہی بچہ"۔

بچے مٹی کی طرح ہوتے ہیں، اور والدین جیسے چاہیں انہیں ڈھال سکتے ہیں۔ اگر والدین بچوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں، ان کے جذبات کو سمجھیں اور ان کی عزت نفس کا خیال رکھیں، تو یہ اس کی شخصیت پر مثبت اثرات مرتب کرتا ہے۔ بچہ جو کچھ اپنے ابتدائی سالوں میں، خاص طور پر ماں کی گود میں سیکھتا ہے، وہ زندگی بھر کے لیے اس کی شخصیت کا حصہ بن جاتا ہے۔ اس لیے والدین کی ذمے داری ہے کہ وہ اسکول کی ہدایات کی پیروی کرائیں، بچوں کی عزت نفس کا خیال رکھیں، اور ان کی صحیح رہنمائی کریں۔

والدین کی ذمے داریاں

والدین اپنے بچوں کو بہتر اور کامیاب انسان بنانے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ والدین کا کام ہے کہ وہ

اپنے بچوں کو ایک نئی اور بدلتی ہوئی دنیا کے لیے تیار کریں تاکہ وہ جسمانی، معاشی، نفسیاتی، اخلاقی اور سماجی لحاظ سے اپنے وجود کو قائم رکھ سکیں۔ بچوں کی پرورش اور تربیت والدین کے لیے صبر آزما کام ہوسکتا ہے، لیکن یہ ضروری اور اہم ذمے داری بھی ہے۔ اگر بچے ذہین، ایماندار اور بااخلاق بنیں، تو اس کامیابی کا سہرا والدین کے سر جاتا ہے، اور اگر وہ بدتمیز، نالائق یا ناکام ہوں، تو اس کا الزام بھی والدین پر آتا ہے۔

بچوں اور والدین کے درمیان تعلقات کا معیار بچوں کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ اگر والدین اور بچے کے درمیان رشتہ مضبوط اور محبت بھرا ہوگا، تو بچے میں خوداعتمادی آئے گی۔

نوجوانی کا دور

نوجوانی کا دور بچوں کی زندگی میں حساس اور اہم مرحلہ ہوتا ہے۔ اس دوران بچوں کی خوداعتمادی، عزت نفس کے جذبات نمایاں ہوتے ہیں۔ وہ خاندان، اسکول اور سماج میں اپنی شناخت قائم کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ والدین کی حمایت اور رہنمائی نوجوانوں کو اس دور میں صحیح سمت میں لے جانے کے لیے انتہائی ضروری ہوتی ہے۔

اس دور میں بچوں کو کامیابی اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اگر والدین کی طرف سے انھیں حوصلہ افزائی اور توجہ نہ ملے، تو وہ شدید دباؤ کا شکار ہو سکتے ہیں۔ امتحانات کے نتائج کے دوران یا بعد میں بچوں کو ذہنی دباؤ یا ڈپریشن کا سامنا ہوسکتا ہے، اور والدین کی عدم توجہ یا سخت رویہ انھیں مایوسی کی طرف دھکیل سکتا ہے والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ دوستانہ رویہ اپنائیں، ان کی کامیابیوں کی تعریف کریں اور ناکامیوں میں ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ والدین کی شفقت اور محبت بچوں کی شخصیت کی تعمیر میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ بچوں کی ترقی اور کامیابی میں والدین کا تعاون اور رہنمائی اہم ہے۔

والدین کی محبت اور وقت کی اہمیت

والدین کی محبت اور توجہ بچے کے لیے سب سے قیمتی سرمایہ ہیں۔ پیار بھرا لمس، ایک مسکراہٹ اور تعریفی جملہ بچوں کے دل ودماغ کو مضبوط کردیتا ہے۔

والدین کی تربیت صرف بچوں تک محدود نہیں رہتی بلکہ پورے معاشرے پر اثر ڈالتی ہے۔ نیک، تعلیم یافتہ اور مہذب بچے آگے چل کر اچھے شہری بنتے ہیں اور ملک و قوم کی خدمت کرتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر بچے تربیت سے محروم رہیں تو وہ معاشرتی مسائل کا باعث بنتے ہیں۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ایک اچھی قوم کی تعمیر کا آغاز گھر سے اور والدین کی تربیت سے ہوتا ہے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ والدین اپنی ذمے داری کو بخوبی سمجھیں اور اپنے بچوں کے بہترین استاد، رہنما اور دوست بنیں تاکہ آنے والی نسلیں نہ صرف اپنے خاندان کے لیے باعثِ فخر ہوں بلکہ معاشرے اور ملک کے لیے بھی روشنی، کامیابی اور ترقی کا ذریعہ بن سکیں۔

■

Mohd Tarique Alam
PT Dumria
Araria - 854325 (Bihar)
Mob.: 8090795170
tariquealam8090@gmail.com

محمد وزیر عالم

یومِ اطفال

آج ہے چودہ نومبر آج ہے بچوں کا دن
ہے خوشی طلبا کے اندر آج ہے بچوں کا دن

رنگ برنگے صاف ستھرے عمدہ و دلکش لباس
آئے ہیں بچے پہن کر آج ہے بچوں کا دن

لائے ہیں اسکول کو اپنے سجانے کے لیے
پھول پتی اور جھالر آج ہے بچوں کا دن

سارے درجے اور احاطے کی صفائی خوب ہے
باغبانی بھی ہے بہتر آج ہے بچوں کا دن

صبح سے ہی آج رونق ہے بہت اسکول میں
بدلا بدلا سا ہے منظر آج ہے بچوں کا دن

آج کس کا جنم دن ہے کیوں مناتے ہیں اسے
سب بتائیں گے یہ ٹیچر آج ہے بچوں کا دن

چہرے پہ مسکان ان کے اور دل میں ہے امنگ
شاد ہوں بچے نہ کیونکر آج ہے بچوں کا دن

جتنے بچے ہیں بڑوں کے پیار کے ہیں مستحق
ہو نچھاور پیار ان پر آج ہے بچوں کا دن

■

Md. Wazeer Alam
Madrasa Rahmatul Uloom
Naukatola, Hardiya, Raxaul
East Champaran - (Bihar)
Mob.: 9534443838
mdwazeeralam95@gmail.com

بچوں کے حقوق کا عالمی دن

اسید اشہر

دنیا بھر میں بچوں کی فلاح و بہبود کے لیے سرگرم، اقوام متحدہ United Nations کے ادارے یونیسیف UNICEF کی جانب سے ہر سال 20 نومبر ،'عالمی یومِ حقوقِ اطفال' کے طور پر منایا جاتا ہے۔ یہ دن ہمیں پیغام دیتا ہے کہ بچے ہمارا سب سے قیمتی سرمایہ ہیں۔ یہ دن ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ہم بچوں کو ایک ایسا ماحول فراہم کریں جہاں وہ پروان چڑھ سکیں اور اپنی تمام صلاحیتوں کا صحیح استعمال کر سکیں۔

تاریخی پس منظر

بچوں کے حقوق کا عالمی دن منانے کا فیصلہ اقوام متحدہ نے ایک طویل اور پیچیدہ عمل کے بعد کیا۔ 20 نومبر 1959 کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 'بچوں کے حقوق کا اعلامیہ' (Declaration of the Rights of the Child) منظور کیا لیکن یہ قانونی طور پر پابند نہیں تھا۔ اس کے بعد تین دہائیوں تک اس بات پر بحث جاری رہی کہ بچوں کے حقوق کو باقاعدہ ایک بین الاقوامی معاہدے کی شکل دی جائے تاکہ انھیں مضبوط بنیاد ملے۔ آخر کار، 20 نومبر 1989 کو جنرل اسمبلی نے متفقہ طور پر 'بچوں کے حقوق پر کنونشن' (Convention on the Rights of the Child) منظور کیا۔ اس عالمی معاہدے نے بچوں کے بنیادی حقوق کو بین الاقوامی قانون کی شکل دی۔ اسے 196 ممالک نے قبول کیا ہے۔ ہندوستان نے دسمبر 1992 میں اس معاہدے کی توثیق کی۔

بچوں کے بنیادی حقوق

جو حقوق ہمیں پیدائش کے بعد سے ہی حاصل ہو جاتے ہیں، انھیں بنیادی حقوق کہا جاتا ہے۔ اقوام متحدہ کے 'بچوں کے حقوق پر کنونشن' (UNCRC) میں بچوں کے کئی بنیادی حقوق کو تسلیم کیا گیا ہے۔ ان میں سے چند حقوق حسب ذیل ہیں:

1. زندگی اور زندہ رہنے کا حق (Right to Life and

Survival): یہ حق سب سے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں بچوں کی پیدائش سے لے کر ان کی مکمل جسمانی اور ذہنی نشوونما کو اہمیت دی گئی ہے اور ان کے لیے بہتر خوراک، صاف پانی، مناسب رہائش اور طبی دیکھ بھال پر زور دیا گیا ہے۔

2. تحفظ کا حق (Right to Protection): اس حق کے ذریعہ بچوں کو ہر قسم کے تشدد، استحصال، ہراسانی سے تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ اس میں جسمانی، جذباتی اور جنسی تشدد سے تحفظ شامل ہے۔ بچہ مزدوری اور بچوں کی اسمگلنگ پر پابندی اسی حق کے تحت آتی ہے۔

3. ترقی کا حق (Right to Development): اس حق میں تعلیم، کھیل، تفریح اور ثقافتی سرگرمیوں تک رسائی، جیسے کئی ضمنی حقوق شامل ہیں تا کہ بچے اپنی صلاحیتوں کو نکھار سکیں۔

الف: تعلیم کا حق: ہر بچے کو اسکول جانے اور معیاری تعلیم حاصل کرنے کا حق ہے۔ تعلیم وہ بنیاد ہے جو بچوں کے بہتر مستقبل کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس حق کے تحت، بچوں کی پرائمری سے لے کر ثانوی تعلیم تک رسائی پر زور دیا گیا ہے۔

ب: صحت اور علاج کا حق: بچوں کو مناسب طبی سہولیات، صاف ستھرا ماحول اور صحت مند زندگی گزارنے کے تمام وسائل میسر ہونے چاہئیں۔ اس میں صحت بخش خوراک اور صاف پانی بھی شامل ہیں۔

ج: کھیلنے اور خوش رہنے کا حق: پڑھائی کے ساتھ، بچوں کے لیے کھیلنا کودنا اور تفریحی سرگرمیوں میں حصہ لینا بھی ضروری ہے۔ کھیل ان کی جسمانی، ذہنی اور سماجی نشوونما کے لیے لازمی ہے۔

4. شرکت کا حق (Right to Participation): اس کے تحت، بچوں کو 'اظہار رائے کی آزادی کا حق' حاصل ہے جو انھیں اپنی بات کہنے اور اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے مواقع کی فراہمی کو یقینی بناتا ہے، بشرطیکہ وہ کسی کو نقصان نہ پہنچائیں۔ یہ حق بچوں کو ان فیصلوں میں اپنی رائے دینے کا موقع فراہم کرتا ہے جو انھیں براہ راست متاثر کرتے ہیں۔ مثلاً، اگر اسکول میں کوئی نیا اصول بن رہا ہے جو بچوں کو متاثر کرے گا تو بچوں سے بھی ان کی رائے پوچھی جانی چاہیے۔ جب کوئی بچہ اپنی پسند ناپسند کے بارے میں بتاتا ہے، تو اسے سنجیدگی کے ساتھ سنا جانا چاہیے اور اس کا احترام کیا جانا چاہیے۔

ہندوستان میں بچوں کے حقوق کو درپیش چیلنجز اور حکومت کے اقدامات

ہمارا ہندوستان، دنیا کی سب سے بڑی نوجوان آبادی کا حامل ملک ہے۔ لیکن اسے بچوں کے حقوق کے حوالے سے کئی سنگین چیلنجز کا سامنا ہے۔ بچوں میں صحت کے مسائل اور غذائیت کی کمی، اسکولی تعلیم درمیان میں چھوڑنے والے بچوں کی بڑی تعداد، بچہ مزدوری، بچوں کا جنسی استحصال اور اسمگلنگ، ہمارے معاشرے کی خوفناک حقیقت ہے۔

ان چیلنجز سے نمٹنے اور بچوں کی فلاح و بہبود کو فروغ دینے کے لیے حکومت ہند نے کئی اہم اقدامات کیے ہیں اور متعدد کامیابیاں حاصل کی ہیں:

1. مڈڈے میل اسکیم (Midday Meal Scheme): یہ

اسکیم 1995 میں شروع کی گئی تھی جس کا مقصد سرکاری اسکولوں کے بچوں کو دوپہر کا کھانا مفت فراہم کرنا ہے۔ اس سے نہ صرف بچوں کی غذائیت میں بہتری آئی ہے بلکہ اسکولوں میں حاضری کی شرح میں بھی اضافہ دیکھنے کو ملا ہے۔

2. تعلیم کا حق ایکٹ (Right to Education Act, 2009): یہ قانون 6 سے 14 سال کی عمر کے ہر بچے کے لیے مفت اور لازمی تعلیم کو ایک بنیادی حق بناتا ہے۔ اس کی بدولت تعلیم تک رسائی میں نمایاں اضافہ ہوا ہے اور اسکولوں میں داخلہ لینے والے بچوں کی تعداد بڑھی ہے۔

3. انٹگریٹڈ چائلڈ ڈیولپمنٹ سروسز (Integrated Child Development Services): 1975 میں شروع کی گئی اس اسکیم کے تحت حاملہ خواتین اور (نوزائیدہ اور 6 سال تک کی عمر کے) بچوں کو غذائیت، صحت اور پری اسکول کے لیے امداد فراہم کی جاتی ہے۔

4. پوکسو ایکٹ (Protection of Children from Sexual Offences Act, 2012): یہ قانون بچوں کو جنسی زیادتی اور جنسی ہراسانی سے تحفظ فراہم کرتا ہے اور ایسے جرائم کے لیے سخت سزائیں مقرر کرتا ہے۔

5. بیٹی بچاؤ، بیٹی پڑھاؤ (Beti Bachao, Beti Padhao): 2015 میں شروع کی گئی یہ مہم لڑکیوں کی پیدائش کی شرح کو بہتر بنانے، تعلیم کو فروغ دینے اور صنفی امتیاز کو کم کرنے پر مرکوز ہے۔

6. قومی کمیشن برائے تحفظ حقوق اطفال (National Commission for Protection of Child Rights - NCPCR): 2005 میں پارلیمانی قانون سازی کے ذریعے قائم کیا گیا یہ قانونی ادارہ، ملک میں بچوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے کام کرتا ہے۔ یہ کمیشن، بچوں سے جڑے مختلف قوانین، جیسے پوکسو ایکٹ، تعلیم کا حق ایکٹ، جوینائل جسٹس ایکٹ، کے نفاذ کی نگرانی کرتا ہے اور حکومت کو بچوں کے حقوق سے متعلق پالیسیوں میں بہتری کے لیے مشورے دیتا ہے۔ کمیشن بچوں کے حقوق

کے تحفظ کے لیے عوامی بیداری پیدا کرنے میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔

ایک ذمے دار شہری کی حیثیت سے ہمارا کردار اور ذمے داریاں

بچوں کے حقوق کا تحفظ، صرف حکومت یا سرکاری و غیر سرکاری اداروں کی ذمے داری نہیں بلکہ معاشرے کے ہر فرد کی، خاص طور پر نوجوانوں کی، ذاتی ذمے داری ہے۔ ہمارا فعال کردار، سماج میں مثبت تبدیلیاں لا سکتا ہے۔ درج ذیل اقدامات کے ذریعے ہم اس مشن میں اپنا تعاون پیش کر سکتے ہیں۔

اپنے حقوق کو جانیں اور دوسروں کو بھی بتائیں: بحیثیت نوجوان، سب سے پہلے ہمیں اپنے اور بچوں کے حقوق کے بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہیے۔ جب ہم خود جانکار ہوں گے، تب ہی ہم دوسروں کو بھی ان کے حقوق کے بارے میں صحیح جانکاری دے سکیں گے۔

چھوٹے بچوں کی مدد کریں: اپنے آس پاس کے بچوں کا دھیان رکھیں۔ اگر کوئی بچہ اسکول نہیں جا رہا ہے تو اسے اسکول بھیجنے کے لیے اس کے والدین سے بات کریں اور انہیں اس کے لیے راضی کریں۔ اگر کسی بچے کو کتابوں یا پڑھائی میں مدد کی ضرورت ہے تو اپنی حیثیت کے مطابق اس کی مدد کریں۔ آپ کی چھوٹی سی مدد، ایک بچے کی زندگی بدل سکتی ہے۔

اگر کہیں ظلم یا استحصال دیکھیں تو آواز اٹھائیں: یہ سب سے اہم نکتہ ہے۔ اگر آپ کہیں بھی کسی بچے پر ظلم، تشدد یا استحصال (جیسے بچہ مزدوری) ہوتا دیکھیں تو کبھی خاموش نہ رہیں۔ فوراً اپنے والدین یا سرپرست، اساتذہ یا اسکول کے ذمے داران، پولیس یا چائلڈ ہیلپ لائن 1098 پر اطلاع دیں۔ آپ کا ایک قدم کسی بچے کی زندگی بچا سکتا ہے۔

مہربان، مددگار اور باخبر شہری بنیں: ہمیں ایسا شہری بننا چاہیے جو اپنے آس پاس کے بچوں کے تئیں مہربان، مددگار اور ذمے دار ہو۔

ایک روشن مستقبل کی ضمانت

بچوں کے حقوق کا عالمی دن محض ایک تاریخ نہیں بلکہ ایک یاددہانی ہے کہ ہر بچے کو عزت، تحفظ اور بہترین مواقع کے ساتھ زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے۔ یہ حقوق، صرف کاغذ پر لکھے ہوئے قوانین نہیں بلکہ ہر بچے کی زندگی کی بنیاد ہیں۔ ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ آج کے بچے ہی مستقبل کے استاد، رہنما، افسر، سائنسدان، ڈاکٹر، انجینئر اور ذمے دار شہری ہیں۔

آیئے، اس سال 20 نومبر کے موقعے پر ہم سب مل کر یہ عہد کریں کہ ہم ہر بچے کی مسکراہٹ کی حفاظت کریں گے۔ یاد رکھیں، ہمیں ایسا معاشرہ بنانا ہے جہاں ہر بچہ کسی خوف کے بغیر زندگی گزار سکے اور تعلیم حاصل کر سکے۔ ہر بچے کا حق ہے کہ اسے ایک خوبصورت دنیا اور روشن مستقبل ملے۔

■

Usaid Ashhar
109, Aqsa Nagar, Mehrun, Jalgaon,
Maharashtra - 425001
Mob. 9766222406
Email: usaidashhar@gmail.com

نظم

نظیر راہی

ہر گھڑی پڑھنے میں دل اپنا لگاؤ بچو

آؤ کچھ میری سنو اپنی سناؤ بچو
وقت کو کھیل میں ہرگز نہ گنواؤ بچو

کامیابی کی اگر رکھتے ہو دل میں خواہش
ہر گھڑی پڑھنے میں دل اپنا لگاؤ بچو

عہد کر لو کہ کبھی جھوٹ نہیں بولیں گے
نیک راہوں پہ فقط خود کو چلاؤ بچو

ماں کی ممتا سے نہیں بڑھ کے کوئی دولت ہے
اس کا دل تم کبھی ہرگز نہ دکھاؤ بچو

چھو کے مینار ترقی کو بھی تم بھی اک دن
اپنے ماں باپ کی عزت کو بڑھاؤ بچو

دے رہا ہے یہی پیغام محبت راہی
پیار کے گیت ہر اک گام پہ گاؤ بچو

■

Nazeer Rahi
31, Hiran Bari Lane
First Floor
Kolkata - 700073 (West Bengal)
Mob.: 9831951871
nazeerrahi55@gmail.com

رفیق گلاب

کمپیوٹر

گڑیا موٹر نہ اسکوٹر
ابا لائے اک کمپیوٹر
کی بورڈ کے بٹن دباؤ
مانیٹر پہ سب کچھ پاؤ
سن لو نغمے پیارے پیارے
دیکھ لو منظر نیارے نیارے
جھٹ پٹ کام یہ سب کا کر دے
گھنٹوں کا منٹوں میں کر دے
تھک کر بیٹھے نہ ستائے
کام یہ ہر دم کرتا جائے
سب کے من کو بھاتا ہے یہ
کام جو سب کے آتا ہے یہ
ابو نے جانا ہے اس کو
دادا نے بھی مانا اس کو
چھوڑو رفیق اب سارے چکر
سیکھ لو تم بھی اب کمپیوٹر

■

Rafique Gulab
3-C, 102, Sarvodaya Park, Kalyan
Thane - 421301 (Maharashtra)
rafiquegulab@gmail.com

ماں کے نام کا پیڑ

ارشاد احمد ارشاد

لگاؤ شجر ایک تم ماں کے نام
جہاں میں ہے یہ بھی بہت اچھا کام

یہ تحفہ تمھارا ہو ماں کے لیے
محبت کا وعدہ ہو ماں کے لیے

ذرا نرسری میں چلے جاؤ تم
کہ پودا وہاں سے ہی لے آؤ تم

لگاؤ اسے تم بڑے شوق سے
کرو آب پاشی بڑے ذوق سے

کرو روز اس کی یونہی دیکھ بھال
بنے پیڑ اک دن تمھارا نہال

گھنا پیڑ جب بھی وہ ہو جائے گا
جہاں میں وہ سب کے ہی کام آئے گا

گھنیری وہ چھاؤں وہ پھل بھی تمام
کہ آئیں گے پھر وہ سبھی کے ہی کام

دعائیں ملیں گی تمھیں دوستو
زمانے میں تم یونہی پھولو پھلو

کرو دوستوں کو بھی شامل جو تم
شجر کاری ان کو بھی سکھلا دو تم

لگائے جو بچہ شجر ماں کے نام
وہ اسکول کالج وہ گھر میں تمام

■

Irshad Ahmad Irshad Dehlvi
Makan No: 1206, Gali No: 39/4
Jafrabad
Delhi - 110053
Mob.: 7011543560
irshadahmadshad@gmail.com

جاوید رانا

پڑھو پیارے بچو

پڑھو پیارے بچو! پڑھو پیارے بچو!
زمانے میں آگے بڑھو پیارے بچو!

سمندر یہ پربت یہ صحرا ہے کیا شے
اندھیرے اجالوں کا پردہ ہے کیا شے
یہ چاندی یہ سونا یہ لوہا ہے کیا شے
ہوا، آگ، مٹی کا رشتہ ہے کیا شے
پڑھو گے تو سمجھو گے دنیا ہے کیا شے
پڑھو پیارے بچو! پڑھو پیارے بچو!

خلا آسماں چاند تاروں کی باتیں
پھلوں سبزیوں پیڑ پودوں کی باتیں
پرندوں کی کیڑے مکوڑوں کی باتیں
کہ بے جان اور جانداروں کی باتیں
فضاؤں میں پوشیدہ باتوں کی باتیں
پڑھو پیارے بچو! پڑھو پیارے بچو!

ہے علم و ہنر سے یہ دنیا منور
فقط علم ہے زندگانی کا زیور
جو بے علم ہیں وہ بھٹکتے ہیں در در
جو ہیں علم والے ہے تاج ان کے سر پر
رکھو علم سے خود کو ہر دم معطر
پڑھو پیارے بچو! پڑھو پیارے بچو!

سماجی، سیاسی، معاشی، کتابیں
تواریخ، سائنس، دینی کتابیں
رسالے، جریدے، نصابی، کتابیں
ہیں جتنی نئی اور پرانی کتابیں
ہو چاہے بڑی اور چھوٹی کتابیں
پڑھو پیارے بچو! پڑھو پیارے بچو!

سمندر میں اترو زمینوں میں جاؤ
پہاڑوں کو چیرو فضاؤں میں جاؤ
ستاروں کو چھولو خلاؤں میں جاؤ
اٹھو خاک سے آسمانوں میں جاؤ
مگر پہلے تعلیم گاہوں میں جاؤ
پڑھو پیارے بچو! پڑھو پیارے بچو!

اگر چاہتے ہو تم الفت کی دنیا
اخوت کی دنیا شرافت کی دنیا
حقیقت کی دنیا صداقت کی دنیا
ہو انصاف والی عدالت کی دنیا
بہت خوبصورت محبت کی دنیا
پڑھو پیارے بچو! پڑھو پیارے بچو!

شجاعت، صداقت اگر چاہتے ہو
بڑی شان و شوکت اگر چاہتے ہو
ہر ایک دل میں چاہت اگر چاہتے ہو
سنور جائے قسمت اگر چاہتے ہو
زمانے میں عزت اگر چاہتے ہو
پڑھو پیارے بچو! پڑھو پیارے بچو!

ہر اک پھول میں رنگ بھرنا ہے تم کو
ستاروں سے آگے گزرنا ہے تم کو
سجانا ہے سب کو سنورنا ہے تم کو
ستم گر سے ہرگز نہ ڈرنا ہے تم کو
حکومت زمانے پہ کرنا ہے تم کو
پڑھو پیارے بچو! پڑھو پیارے بچو!

تمھیں صرف تعلیم پہچان دے گی
پڑھائی لکھائی ہی سمان دے گی
نئی آن دے گی نئی شان دے گی
پڑھو گے تو دنیا تمھیں مان دے گی
نہیں تو کچل دے گی نقصان دے گی
پڑھو پیارے بچو! پڑھو پیارے بچو!

■

Javed Rana
Near Chaar Mazaar Dr.Zakir Hussain, Ward No.: 29
Mominpura
Burhanpur - 450331 (MP)
Mo.: 9009234875
javedrana184@gmail.com

شمیم اختر

آزادی کے ترانے

اس ملک میں سب رہنے والے جذبات کی باتیں کرتے ہیں
نہرو، گاندھی اور بسمل کی خدمات کی باتیں کرتے ہیں

آواز ابھی بھی آتی ہے زندانوں کی دیواروں سے
نم آنکھوں سے بیٹھے بیٹھے اموات کی باتیں کرتے ہیں

اشفاق، بھگت سنگھ اور کئی گردن تو چڑھا دی سولی پر
کچھ موت ہوئیں ایسی جن پر خدشات کی باتیں کرتے ہیں

کیا حال بنا کر رکھا تھا مزدوروں اور کسانوں کا
سب یاد ہے ان کو اب اس کے اثرات کی باتیں کرتے ہیں

جب آئے یومِ آزادی خوشیاں تو مناتے ہیں سارے
آزاد وشوکت، جوہر، ان حضرات کی باتیں کرتے ہیں

دکھ درد مصیبت قربانی، ان پر تو ہوئیں اختر باتیں
اب جشن آزادی پہ لکھے، نغمات کی باتیں کرتے ہیں

■

Shamim Akhtar
5, P M Basti, Fourth Lane
Shibpur
Howra - 2 (West Bengal)
Mob.: 9836225704
www.shamimakhtar0205@gmail.com

سید کلیم رہبر

اچھے انساں

اپنی حد سے بڑھا نہیں کرتے
اچھے انساں لڑا نہیں کرتے

جس سے آپس میں بدگمانی ہو
ایسی باتیں کہا نہیں کرتے

جو بھی ملتا ہے اپنی قسمت سے
کوئی شکوہ گلہ نہیں کرتے

سچ ہی کہتے ہیں عمر بھر لیکن
وہ کسی سے ڈرا نہیں کرتے

عیب پوشی ضرور کرتے ہیں
عیب جوئی کیا نہیں کرتے

اپنی غلطی قبول کرتے ہیں
صرف ضد پر اڑا نہیں کرتے

اچھے انساں وہی تو ہوتے ہیں
جو کسی کا برا نہیں کرتے

■

Sayyed Kaleem Rahbar
Amdapur
Distt.: Buldana (Maharashtra)
Mob.: 9767125832
kaleemrahbar1976@gmail.com

مہناز بانو

نظم

وطن کے ہیں 'فیوچر' یہ بچے ہمارے

آ گیا یومِ اطفال بھائی
یہ تو آتا ہے ہر سال بھائی
بانصیب آج بچے ہیں لیکن
ہر سہولت میسر ہے لیکن
ہوٹلوں اور دکانوں میں بچے
کام کرتے نہیں لگتے اچھے
ہیں یہ بچے کسی باپ، ماں کے
منتوں اور مرادوں کی جاں کے
کل کا معمار ان کو کہا ہے
بولو ان سے یہ کیسی وفا ہے
ذی وقار اپنے بچے ہیں سارے
ان میں ہیں چاند اور کچھ ستارے
زندگی بھی ملے ان کو ایسی
ان میں ہو بس جھلک طفل جیسی
ان کا بچپن نہ چھینے کوئی بھی
سب ہی بچپن جئیں اپنا جب ہی
بدنصیب آج ہیں اس صدی کے
ہیں دلارے مگر یہ نبیؐ کے
جان جب ہیں یہ نہرو چچا کے
کر حکومت تو ان کو بچا کے
یومِ اطفال کا ذکر کرکے
سارے معصوم کی فکر کرکے
جینا جی بھر کے ان کو عطا ہو
ان کے حق میں نہ کوئی خطا ہو
تب منائیں گے بچوں کا دن ہم
باپ ماں کو بھی ہوگا نہ کچھ غم

■

Mehnaz Bano
BL No : 4 , House No - 5
Post : Kankinara, North - 24
Pargana -743126 (West Bengal)
Mob.: 9330126756
wakeelaleemi@gmail.com

بچے

لیپ ٹاپ

فوزیہ اختر ردا

ڈیسک ٹاپ سے ہلکا ہے یہ
گود میں کیسے رکھا ہے یہ
یہ ہے اک ایسا کمپیوٹر
لاؤ اسے اسکول یا دفتر
اسبارن نے اسے بنایا
پھر اس کو بازار میں لایا
لیتھیم کی ہے بنی ہوئی اک
بیٹری بھی ہے لگی ہوئی اک
ساتھ لگا ہے کی بورڈ اس کے
ٹائپ کرو تم گود میں رکھے
ٹرک پیڈ سے کرسر موڑو
انگلی کی جنبش سے بولو
ونڈو الیون آج ہے اس میں
ونڈو کا ہی راج ہے اس میں
اسکرین اس کی بڑی چمکتی
اس پر ہر تصویر دمکتی

آن لائن تم کورس کرلو
علم سے اپنا دامن بھرلو
یہ اسکول میں یہ ہے گھر میں
یہ پارک میں یہ دفتر میں
کیا کیا باتیں ہمیں سکھائے
ویڈیو کال پہ بات کرائے
ڈیل ہول، لی نیرو، ایچ پی، ہو
سام سنگ، ایسر، یا سونی ہو
سافٹ ویئر اس میں ورڈ وا یکسل
ان پیج، فوٹوشاپ اور کورل
لاکھوں میں ہے قیمت اس کی
بدلے کب یہ قسمت کس کی

■

Fauzia Akhtar Rida
5, Komedan Bagan Lane
Near Mullah Stationary Shop
Kolkata- 700016 (West Bengal)
Mob.: 7518713348
fauziaakhter863@gmail.com

اظہر افسر

دو دوست

اداکار:

ہریش: عمر 22 سال

انور: عمر 24 سال

میاں: عمر 40 سال

بیوی: عمر 30 سال

ایک چھوٹا سا کمرہ جس کے اوپر بھی ایک کمرہ ہے، نیچے والے کمرے میں بہت مختصر سامان ہے۔ ایک بان کا پلنگ ایک تین پیر والی کرسی، ایک اسٹول، پلنگ کے نیچے ٹین کا رنگین صندوق، پردہ اٹھتا ہے تو انور پلنگ پر لیٹا ہوا کوئی کتاب پڑھ رہا ہے۔ دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے۔

انور: کون (اٹھ کر دروازہ کھولتا ہے) اوہو ہریش سیٹھ، بھئی کدھر راستہ بھول پڑے۔

ہریش: (اندر آتا ہے) اس وقت میں ہریش سیٹھ نہیں ہوں بھائی صرف ہریش ہوں اور اگر سمجھو تو تمھارا غریب دوست۔

انور: کیسی باتیں کر رہے ہو تمھارے سارے دوستوں میں سب سے زیادہ مفلس اور غریب کوئی شخص ہے تو وہ میں ہوں۔ آؤ بیٹھو ارے ارے ادھر نہیں اس کرسی کے صرف تین پیر ہیں۔ آؤ پلنگ پر بیٹھ جاؤ۔ ڈرو مت ٹوٹے گا نہیں۔

(ہریش پلنگ پر اور انور اسٹول پر بیٹھ جاتے ہیں)

ہریش: (لمبا سانس لیتا ہے) انور!

انور: کیا بات ہے بہت پریشان نظر آ رہے ہو۔

ہریش: میں نے اپنا گھر چھوڑ دیا ہے۔

انور: کیا۔ راوت گنج چھوڑ دیا۔

ہریش: ہاں اب وہاں راوت نہیں رہی اس لیے اور پھر

اس حال میں چھوڑا ہے جس حال میں تم دیکھ رہے ہو صرف اس ایک کوٹ میں۔

انور: کیا بات ہوگئی۔

ہریش: بات کیا ہوتی بس پتا جی نے کہا گھر چھوڑ دو، میں نے چھوڑ دیا، وہ کہتے ہیں بہت ہوگیا۔ اب خود کماؤ اور کھاؤ، اب تم لڑکے نہیں رہے، بائیس برس کے نوجوان ہو بس میں۔

انور: تم نکل کھڑے ہوئے۔

ہریش: اور کیا کرتا۔

انور: یہ تم نے اچھا نہیں کیا یعنی بہت برا کیا ہے۔ خیر دیکھیں گے۔ پہلے صرف انور نوکری ڈھونڈھتا تھا۔ اب اس کا دوست ہریش بھی ساتھ ہوگا۔ دونوں مل کر کام ڈھونڈیں گے۔ خیر یہ تو بتاؤ تم نے کھانا وانا بھی کھایا ہے یا نہیں۔

ہریش: کیا میں ڈپٹی نذیر احمد کے ناول کا کلیم ہوں کہ گھر سے روٹھ کر اپنے دوست ظاہر دار بیگ کے پاس آیا ہوں۔ بھائی— میں اپنے عزیز دوست انور کے پاس آیا ہوں۔ اچھا یہ تو بتاؤ نوکری کی تلاش کا کیا حال ہے۔

انور: بس کوشش جاری ہے، بھئی ایک بات یاد آئی میں نے دو انٹرویوز کے وقت تمھارے دو سوٹ ادھار لیے تھے وہ اب تک۔

ہریش: مل جائیں گے سوٹ بھی میں اس وقت تم سے اپنے سوٹ مانگنے نہیں آیا ہوں۔ یہ بتاؤ گزر بسر کیسے ہو رہی ہے۔

انور: بس کٹ رہی ہے زندگی اپنی۔ صبح دو پڑوس کے لڑکے پڑھنے آجاتے ہیں۔ فیس میں صبح کا ناشتہ مل جاتا ہے۔ ہاں ذرا جلدی سے بتانا تو اس وقت کیا بجا ہے؟

ہریش: ساڑھے آٹھ بجے ہیں کیوں؟

انور: واہ کیا اچھے وقت پر آئے ہو یار تم۔ لو ابھی رات کے کھانے کا انتظام ہوا جاتا ہے میرے اس کمرے کے اوپر ایک کمرہ ہے، اس منزل میں دو میاں بیوی رہتے ہیں۔ وہ لوگ کچھ اسی وقت رات کا کھانا کھاتے ہیں۔

ہریش: تو کیا ان لوگوں سے کھانا مانگنے کا ارادہ ہے۔

انور: بھائی مانگنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ آؤ ذرا باہر آؤ اور اوپر کی طرف دیکھو۔

میاں: بیوی—او بیوی۔

بیوی: کیا ہے؟

میاں: چلو آؤ کھانا کھاؤ۔

بیوی: تم کھالو میں کھالوں گی۔

میاں: آخر تم چاہتی کیا ہو؟

بیوی: کچھ نہیں۔

میاں: کیوں مجھے پاگل بنا رہی ہو۔

بیوی: میں کیوں بناتی پاگل۔

میاں: تو کیا میں خود ہی ہوں۔

بیوی: مجھے کیا پتہ؟ ذرا سوچو تو۔

میں: کیا؟

بیوی: کوئی اپنے رشتہ داروں سے ایسا سلوک کرتا ہے۔

میاں: آخر کیا کیا ہے میں نے۔

بیوی: میرا بھائی بے روزگار سہی، آوارہ سہی، بیکار سہی مگر

تم کو ایسی نظروں سے نہیں دیکھنا چاہیے۔

میاں: اچھا ایسی نظروں سے نہیں دیکھیں گے۔ آؤ کھانا کھالو۔

بیوی: آپ اسے پارک میں جاکر مونگ پھلی کے پڑے بیچنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ چنا چور گرم بیچنے کو کہتے ہیں۔

میاں: تو کیا ہوا۔

بیوی: (زور سے) کیا؟

میاں: اچھا صاحب میں سارے زمانے سے برا ہوں۔ جاہل ہوں سب کچھ ہوں۔ ہٹاؤ یہ کھانا۔

بیوی: لو میں کھانے کے لیے آگئی۔ آؤ کھانا کھالو۔

میاں: اب تم ہی کھاؤ میں بہت کھاچکا تم نے بہت کھلا دیا۔

بیوی: خیر چھوڑیے آیئے نا میں نے اپنے ہاتھوں سے کباب بنائے ہیں۔ سب کچھ میں نے تیار کیا ہے، آگے سے میں کچھ نہیں کہوں گی۔ تم میرے بھائی کو جو چاہو کہو۔ آیئے نا۔

میاں: چلو تم بیٹھو چل کے۔

بیوی: اب ایسا بھی کیا منانا۔

میاں: تو کون کہتا ہے منانے کو۔

بیوی: اب آتے ہو۔ یا.....

میں: یا۔ یا کیا؟

بیوی: یا سارا کھانا اٹھا کے پھینک دوں۔

میاں: ہاں ہاں پھینک دو۔ مفت کا مال ہے نا۔ لو تم سے پہلے میں پھینک دیتا ہوں لو۔ پراٹھے، یہ چپاتیاں (باہر پھینکتا ہے)

بیوی: (ہانپتی ہوئی) اچھا تو یہ لو۔ یہ کباب یہ کٹلٹس بھی یہاں کیوں رہیں۔ ہائے ہائے! میں نے کتنی محنت سے بنائے تھے کباب (رونے لگتی ہے)

انور: ہاں لو بھئی تمھارے کھانے کا انتظام ہو گیا۔

ہریش: یہ اخبار کیسا ہے۔

انور: بھئی اخبار تو آج کا ہے مگر میں میاں بیوی کی لڑائی کے وقت یہ اخبار کھڑکی کے نیچے پھیلا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ہو جاتا ہوں اور ہوتا رہوں گا۔ اس اخبار میں ضرورت ہے۔ اس کے بھی کئی کالم ہیں اور اخبار میں جو چیزیں ہیں وہ اوپر والے کی دین ہیں۔ لو آؤ کھالو اور پھر ضرورت کے اشتہار پڑھو واہ واہ! کیا کیا چیزیں ہیں۔ کباب ہیں۔ پراٹھے ہیں۔ کٹلٹس ہیں۔

ہریش: بھوک تو بے حد ہے مگر کھانے کو جی نہیں چاہتا ہے۔

انور: کیوں۔

ہریش: انور تمھیں پتہ ہے تمھارے پاس آنے سے پہلے کہاں کہاں جا چکا ہوں۔

انور: کہاں کہاں جا چکے ہو؟

ہریش: گردھاری لال کے پاس، مہیش چند کے ہاں، جوگندر کے پاس، پہلے تو روز کی طرح ان لوگوں نے میری بات سنی جب معلوم ہوا کہ میں اپنا گھر چھوڑ کر اکیلا نکل آیا ہوں تو ہر ایک کو اپنے اپنے ضروری کام یاد آ گئے اور سب مجھ سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گئے۔

انور: خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ کھانے کے وقت ساری دنیا کی فکر بھول جانی چاہیے۔ یہ میں نہیں حکیم لقمان، جالینوس اور سب سے بڑے آدمی کہتے ہیں۔

ہریش: انور جب میں گھر سے نکلا ہوں تو خالی ہاتھ نہیں نکلا۔

انور: اچھا۔

ہریش: یہ دیکھو میرے کوٹ کی طرف، کوٹ کے اندر کی جیبوں میں دونوں طرف نوٹ بھرے ہیں۔

انور: نوٹ؟

ہریش: ہاں پچاس ہزار روپے ہیں۔ تم کہتے تھے نا، روپیہ ہوتا تو کوئی بزنس کرتے لو اب کرو بزنس پچاس ہزار میں سے پچیس ہزار تمھارے ہیں۔ پچیس ہزار میرے۔

انور: ہریش میں نے تو خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ۔ کہ۔ کہ۔

ہریش: اب کہ کہ کہ چھوڑو، میں بھی کوئی کام کروں گا یا بزنس کروں گا تو تمھارے مشورہ اور روپیہ کمانے کے لائق ہونے کے بعد ہی گھر لوٹوں گا۔

انور: م۔م۔م۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں۔ خیر پہلے کھانا تو کھاؤ۔

ہریش: اب ہم کھانا ان روٹھے ہوئے میاں بیوی کے ساتھ کھائیں گے چلو سیڑھیاں کدھر ہے۔

انور: ادھر سے ادھر سے۔

(ہریش اور انور اوپر کی منزل کی طرف دیکھ رہے ہیں)

(پردہ گرتا ہے)

■

ماخذ: بچوں کے ڈرامے، **مصنف**: اظہر افسر، **نویں طباعت**: 2019، **ناشر**: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

ادریس صدیقی

عجیب امتحان

بادشاہ کو ایک ذہین وزیر کی تلاش تھی۔ اُس نے اعلان کیا ”جو شخص اپنی ذہانت ثابت کردے گا، اُسے وزیر بنایا جائے گا۔“ اس اعلان کے ساتھ دربار میں حاضر ہونے کا وقت بتا دیا گیا، پھر کیا تھا، اُس دن کافی لوگ دربار میں حاضر ہوگئے۔ وہ سبھی وزیر بننا چاہتے تھے۔

بادشاہ نے امیدواروں کو دیکھتے ہوئے کہا:

”امتحان کی شرط ہے۔ اپنی ذہانت ثابت کرنے کا موقع دیا جائے گا۔“ پھر مسکراتے ہوئے کہا گیا۔

”لیکن اس میں حصہ لینے والے کو جواب ہی نہیں سوال بھی بتانا ہوگا۔“

وہاں ہر طرح کے لوگ امیدوار تھے۔ ان میں پڑھے لکھے بھی تھے اور تجربہ کار بھی، لیکن ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ امتحان میں تو صرف سوال کا جواب دیا جاتا ہے۔

یہاں تو سوال بھی امیدوار کو ہی بتانا ہوگا!

یہ شرط سنتے ہی سبھی نے سر جھکا دیے اور کوئی بھی امتحان دینے کے لیے تیار نہیں ہوا۔ بادشاہ مایوس ہونے لگا۔ تبھی ایک نوجوان نے کہا:

”بادشاہت سلامت، میں تیار ہوں۔ بتایئے کیا امتحان دینا ہے؟“

بادشاہ نے خوش ہوتے ہوئے پوچھا ”تم کون ہو؟“

”میرا نام دانش ہے۔ میں نے ابھی تعلیم مکمل کی ہے۔“ نوجوان نے بتایا۔

بادشاہ نے خود ہی عجیب امتحان کے بارے میں بتایا۔

”تم پانی کا یہ برتن لے کر میری بتائی تین جگہوں پر جاؤ گے۔ ہر جگہ ایک رات ٹھہرو گے۔ پھر واپس آنے پر سوال اور جواب دونوں بتاؤ گے۔“

ایک وزیر نے بڑھ کر دانش کو پانی بھرا کمنڈل دیا۔

پھر وزیر نے دانش کو خبردار کرتے ہوئے کہا ”تم یہ پانی استعمال نہیں کرو گے۔ تمھیں یہی پانی واپس لانا ہے۔“

دانش نے پانی کا برتن لے لیا۔ وہ روانہ ہوا۔ اسے

سب سے پہلے یخستان جانا تھا۔
کئی دن پیدل سفر کے بعد دانش یخستان پہنچا۔
''یہاں تو بہت سردی ہے۔'' دانش نے ٹھٹھرتے ہوئے ٹھکانہ تلاش کیا۔ وہاں چاروں طرف برف ہی برف ہے۔ بڑی مشکل سے چٹانوں میں ہی رات گزاری۔ صبح روانہ ہونے کی تیاری کی۔
''برتن میں پانی جم گیا ہے۔'' دانش نے غور سے پانی کے برتن کو دیکھا۔ اسے احساس تھا کہ پانی کے برتن میں ہی راز ہے۔ لیکن وہ راز کیا ہے؟
پھر کئی دنوں کے بعد دانش ریگستان تک پہنچا۔ جہاں اُسے ایک دن ٹھہرنا تھا۔
''اتنی گرمی میں لوہا بھی پگھل جائے گا۔'' دانش بڑبڑاتے ہوئے ٹھکانہ ڈھونڈنے لگا۔ یہاں کوئی سایہ نہیں تھا۔ وہ ریت کے ڈھیر کی ڈھلان میں بیٹھ گیا۔ سخت گرمی کی وجہ سے برتن کا پانی بھاپ بن گیا۔
جب دانش ریگستان سے چلا تو اُس کے پانی کے برتن کا کافی پانی بھاپ بن کر اُڑ چکا تھا!
''پانی تو کافی اڑ گیا ہے۔'' دانش نے برتن دیکھتے ہوئے کہا۔
اب دانش تیسری اور آخری جگہ پہنچ گیا۔ اس کا تیسرا ٹھکانہ نخلستان نکلا۔ ''واہ کیا عمدہ نخلستان ہے!'' دانش خوش ہو گیا۔
نخلستان میں گرمی نہیں ہے۔ رات بھی زیادہ ٹھنڈی نہیں گزری۔ دانش بار بار اپنے پانی کے برتن کو دیکھتا رہا۔
''پانی تو جیسا تھا ویسا ہی ہے۔'' صبح نخلستان سے روانہ ہوتے ہوئے دانش بولا۔

پھر چلتے ہوئے دو دنوں بعد دربار واپس پہنچ گیا۔ اُس کے ہاتھ میں پانی کا برتن ہے۔ دربار میں کافی لوگ جمع ہیں۔ وہ یہ دیکھنے آئے ہیں کہ اس عجیب امتحان کا جواب اور سوال کیا ہے؟
بادشاہ نے مسکراتے ہوئے دانش سے پوچھا ''تمھارا جواب کیا ہے؟''
دانش سے پہلے جواب معلوم کیا جا رہا ہے۔ اس نے بتایا۔
''یخستان میں زبردست سردی سے پانی جم گیا۔ ریگستان میں شدید گرمی سے پانی بھاپ بن کر اڑ گیا۔ نخلستان میں خوشگوار حرارت سے پانی پانی ہی رہا۔''
سب کی نظریں دانش پر جمی ہیں۔ بادشاہ بولا ''اب بتاؤ سوال کیا تھا؟''
دانش نے فوراً کہا ''وہ کون سی چیز ہے جو ٹھوس، گیس، اور سیال تینوں شکلوں میں ہوسکتا ہے؟''
بادشاہ تعلیم یافتہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ صرف پانی ہی جمنے کے بعد برف بن کر ٹھوس، گرمی سے بھاپ (گیس)، نارمل حرارت میں اپنی سیال شکل میں رہتا ہے۔ بادشاہ نے دانش کو وزیر بناتے ہوئے کہا ''صرف پانی ہی ایسی چیز ہے جو تینوں شکلوں میں ہوسکتی ہے۔'' پھر بولا ''یہی ہے پانی کے 'جادوئی' ہونے کا راز!''

■

Prof. (Rtd) Idris Siddiqui
40 Whiteleas Avenue
Scarborough, On
M1B 1W7, Canada
Email: misiddiquitoronto@yahoo.com
Ph.: +1 416 893 9907

مشتاق احمد

مچھلیوں کا استاد

بمبئی کے گرگاؤں علاقے میں ایک سات سالہ بچہ رہتا تھا۔ اس نے کہیں رنگ برنگی مچھلیاں دیکھیں اور انھیں حاصل کرنے کے لیے بے چین ہوگیا۔ اس کے والدین غریب تھے۔ وہ اتنی قیمتی مچھلیاں خرید کر اپنے معصوم بچے کا شوق پورا نہیں کرسکتے تھے۔ بچہ خود بھی ماں باپ کی مجبوری کو سمجھتا تھا۔ جب وہ کچھ بڑا ہوا تو اس نے خود مچھلیاں پکڑنے کا ارادہ کیا۔ بمبئی سے بہت قریب پوائی نام کا ایک تالاب ہے۔ وہ مچھلیوں کی تلاش میں وہاں پہنچا۔ اتفاق سے مچھلیاں اس کے جال میں آگئیں۔ انھیں اس نے بڑے پیار سے کانچ کے مرتبان میں پانی میں رکھا۔ انھیں دیکھ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوتا تھا۔

اسے یہ بات معلوم نہیں تھی کہ مچھلیاں میٹھے پانی میں زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہتیں۔ ان کے لیے سمندر یا تالاب کا کھارا پانی مناسب ہوتا ہے۔ جب بہت سی مچھلیاں مرگئیں تب اسے اس بات کا پتہ چلا۔

وہ مچھلیوں کو زندہ رکھنے کے لیے سمندر کا کھارا پانی خود اپنے سر پر ہنڈا میں رکھ کر لاتا تھا۔

اس کے مکان سے کچھ فاصلہ پر کرافورڈ مارکیٹ ہے۔ جہاں طرح طرح کی مچھلیاں بکتی ہیں۔ اس نے اپنی جیب خرچ سے چھوٹی رقم بچائی اور 'پلاٹی' نسل کی ایک بوڑھی مچھلی خریدی۔ پچاس پیسے قیمت کی یہ بوڑھی مچھلی اس کے لیے مبارک ثابت ہوئی۔ اس مچھلی نے سات بچوں کو جنم دیا اور مرگئی۔

اس زمانے میں ہمارے ملک میں مچھلیوں کے بارے میں معلومات دینے والی بہت کم کتابیں ملتی تھیں۔ اس بچہ نے جو اَب جوان ہوگیا تھا انگلینڈ اور امریکہ سے مچھلیوں سے متعلق کتابیں منگوائیں۔ پھر اس نے مچھلیوں کی عادات و اطوار، ان کی کھانے پینے کی ضرورتوں کو

بڑے غور سے دیکھا، انھیں وہ نوٹ کرتا گیا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ وہ خود مچھلیوں کی نئی قسم پیدا کرنے کا تجربہ کرے۔ دو برس کی انتھک محنت کے بعد وہ مچھلیوں کی نئی قسم پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

اس نوجوان کا نام ہے پندھری ناتھ ناولکر۔ جو آج مچھلیوں کی دنیا میں ایک قابلِ احترام شخصیت بن گیا ہے۔ اس نے مچھلیوں کی جو نئی نسل پیدا کی ہے اس قسم کی مچھلیوں کا نام 'ناولکر' کے نام سے رکھا گیا ہے جو ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ برٹش میوزیم نے بھی اسے قبولیت بخشی ہے۔ ناولکر نے اپنا ذاتی میوزیم بھی شروع کیا ہے، جس میں سیکڑوں رنگ برنگی مچھلیاں موجود ہیں۔ جس شخص نے ایک بوڑھی مچھلی کی مدد سے اپنے کاروبار کی شروعات کی تھی آج اس کے پاس تین سو سے زیادہ مچھلیوں کے شو کیس موجود ہیں۔ دنیا بھر میں ناولکر کی مچھلیوں کی مانگ ہے۔ ناولکر کی خدمات سے متاثر ہوکر بمبئی اکوائریم سوسائٹی نے 'دھرم کمار سنگھ جی روٹنگ ٹرافی' دی ہے۔ ناولکر وہ پہلے انسان ہیں جنھیں یہ ٹرافی ملی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد ایسی کوئی شخصیت ہی سامنے نہیں آئی جسے یہ ٹرافی دی جائے۔ اس بات سے ناولکر کی بے مثال شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ناولکر اپنے شوق اور انتھک محبت کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ہو گئے ہیں۔ انھیں اپنی محنت کا بھی بھرپور صلہ ملا ہے۔ وہ ایک خوش حال اور عزت دار زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ■

ماخذ: سچی کہانیاں، **مصنف:** مشتاق احمد، **تیسری طباعت:** 2010، **ناشر:** قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

Subscription Form "Bachon Ki Duniya"

سالانہ خریداری فارم

میں بچوں کی دنیا' کا رکی سالانہ خریدار بننا چاہتا رچاہتی ہوں۔

145 روپے کا ڈرافٹ/منی آرڈر.............................. بتاریخ..............................

بنام National Council for Promotion of Urdu Language منسلک ہے۔

میں نے زرِتعاون سالانہ -/145 روپے A/C: 90092010045326، IFSC: CNRB0019009 میں جمع کروا دیا ہے۔

آپ 'بچوں کی دنیا' ایک سال کے لیے اس پتے پر بھجوائیں:

نام : ....

پتہ : ....

....

....

اس فارم کو درج ذیل پتے پر بھیج دیں:

Sales Department: NCPUL, West Block 8, Wing7, RK Puram, New Delhi - 110066

Email.: magazines@ncpul.in , 011-26108159: فیکس 011-26109746: فون

دستخط

کہانی

ایم اے کنول جعفری

محنت کا پھل

ٹیچر کے کلاس روم میں داخل ہوتے ہی بچوں نے انھیں اپنے مخصوص انداز میں زوردار سلام کیا۔سلام کا جواب دیتے ہوئے ٹیچر نے ہاتھ کے اشارے سے سب کو اپنی سیٹ پر بیٹھنے کو کہا اور خود بھی مسکراتے ہوئے اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔انھوں نے کلاس روم میں چاروں طرف سرسری نگاہ ڈالی اور بچوں سے اردو کی درسی کتاب نکالنے کو کہا۔

اسی درمیان کلاس کے مانیٹر نے ٹیچر کو یاد دلاتے ہوئے کہا،’سر! آپ نے کل بچوں کے لیے ایک دلچسپ، سبق آموز اور سودمند کہانی سنانے کا وعدہ کیا تھا۔کیا آج آپ ہمیں وہ کہانی نہیں سنائیں گے؟‘

’کیوں نہیں؟ کہانی کیوں نہیں سنائیں گے؟ ضرور سنائیں گے۔لیکن کہانی سنانے سے پہلے سبق پڑھ لیتے ہیں۔سبق کے بعد میں آپ کو حقیقت پر مبنی ایک ایسی کہانی سناؤں گا، جو نہ صرف آپ سب کو پسند آئے گی، بلکہ آپ سب اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔اس سے آپ کو آگے بڑھنے کی ترغیب ملے گی۔‘ ٹیچر نے بچوں کو سمجھاتے ہوئے جواب دیا۔

اُستاد کے اتنا کہتے ہی بچے خاموش ہو گئے اور انھوں نے نہایت ہی سکون کے ساتھ دل لگا کر اپنی کتاب سے سبق پڑھا۔ ٹیچر نے بچوں سے پڑھے گئے ایک اقتباس سے متعلق کئی چھوٹے چھوٹے سوال پوچھے۔ بچوں نے زیادہ تر سوالات کے معقول جواب دیے۔ جواب سے ٹیچر بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد بچے چہروں پر مسکان لیے ٹیچر کی جانب دیکھنے لگے۔

ٹیچر نے کہا،’پیارے بچو! آج میں تمھیں جو کہانی سنانے جا رہا ہوں وہ ایک ایسی لڑکی کی کہانی ہے، جو

پڑھنے لکھنے میں بہت تیز تھی۔ آج کا کام کل پر نہیں ٹالتی تھی۔ ہوم ورک پورا کرنے کے بعد تب تک نہیں سوتی تھی، جب تک اس دِن کے سوالوں کے جواب یاد نہیں ہو جاتے تھے۔ اس کا حافظہ بہت اچھا تھا۔ جواب جلدی یاد ہو جاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سارے ٹیچر اس سے بہت خوش رہتے تھے۔ اس کا نام سوناکشی تھا۔ سوناکشی گاؤں میں رہنے والے رام لال کی بیٹی تھی۔ رام لال کا تعلق معمولی گھرانے سے تھا۔ انھوں نے کاشت کی زمین نہیں ہوتے ہوئے بھی گھر چلانے کے لیے مویشی پروری کا پیشہ اختیار کیا اور جیسے تیسے کئی گائیں اور بھینسوں کا انتظام کرلیا تھا۔ اس طرح وہ ان کا دودھ فروخت کر کے بچوں کی پڑھائی اور گھر کی دیکھ بھال کرنے لگے۔ سوناکشی گھر میں سب سے بڑی تھی۔ اس سے چھوٹی دو بہنیں اور ایک بھائی بھی تھا۔ سوناکشی کے جج بننے کے بعد ریڈیو، ٹی وی اور قومی اخبارات کے نمائندوں نے اس کا انٹرویو لیا تھا۔ انٹرویو میں سوناکشی نے اپنے بچپن سے لے کر جج بننے تک کی کہانی کے نشیب وفراز اور کامیابی کا خلاصہ بڑے بے باک انداز میں کیا تھا۔ شاید اس لیے کہ تعلیم کے لیے اس کی لگن اور حالات سے مقابلہ کرنے کی کہانی جاننے کے بعد دوسرے بچے اس سے سبق حاصل کرسکیں اور ہر حال میں بہتر تعلیم حاصل کر کے ملک وقوم کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کرسکیں۔

جب سوناکشی محلے کے پرائمری اسکول میں چوتھی جماعت میں پڑھتی تھی، تب اس نے اپنی ممی اور پاپا کو گائیں اور بھینسوں کے لیے چارے کا انتظام کر کے ان کے آگے ڈالتے، ان کا گوبر صاف کرتے، انھیں نہلاتے، ٹہلاتے اور ان کے تھنوں سے بالٹی میں دودھ نکالتے دیکھا تھا۔ دودھ نکالنے کا عمل ہر صبح اور شام کو ہوتا تھا۔ رام لال دودھ کو بڑی کینوں میں بھر کر انھیں موٹر سائیکل کی پچھلی سیٹ کے دونوں طرف لاد لیتے۔ اس کے بعد وہ شہر جاتے اور گھر گھر جا کر دودھ فروخت کرتے تھے۔ سوناکشی پاپا کے ساتھ موٹر سائیکل پر بیٹھ کر شہر جانے کی ضد کیا کرتی تھی۔

ایک روز اس کے پاپا اسے اپنے ساتھ بائک پر بٹھا کر شہر لے جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ وہ پاپا کی بائک پر بیٹھ کر بہت خوش ہوئی۔ اب وہ روزانہ پاپا کے ساتھ شہر جانے لگی۔ اس دوران اس نے محسوس کیا کہ دودھ خریدنے والے زیادہ تر لوگوں کا رویہ اس کے پاپا کے ساتھ اچھا نہیں ہے۔ کوئی دودھ دیر سے لانے پر ٹوکتا ہے، تو کوئی دودھ کے خالص نہیں ہونے کا شکوہ کرتا ہے۔ کوئی دودھ میں زیادہ پانی ملا ہونے کی شکایت کرتا ہے، تو کوئی بازار کے مقابلے دودھ کی قیمت زیادہ وصول کرنے کا الزام لگاتا ہے۔ غرض جو شخص جس طرح چاہتا ہے، اس طرح ان کو بے عزت کرنے کا کوئی موقع اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔ رام لال نیک صفت انسان تھے۔ وہ نہ تو دودھ میں پانی ملاتے تھے اور نہ ہی بازار بھاؤ سے زیادہ ریٹ پر دودھ فروخت کرتے تھے۔ وہ لوگوں کی کڑوی کسیلی بات کا برا نہیں مانتے تھے۔ وہ تلخ کلامی کا جواب اسی انداز میں دینے کی بجائے صرف مسکرا کر رہ جاتے تھے۔ سوناکشی کو یہ بات ناگوار لگتی تھی کہ کوئی بھی شخص اس کے پاپا کو اَناپ شناپ اور جو جی میں آئے بول دیتا ہے۔

اس سے اپنے پاپا کی توہین برداشت نہیں ہوئی۔ اس نے پاپا کے ساتھ شہر جانا چھوڑ دیا۔ معلوم کرنے

پر اُس نے اپنی ماں سے کہا، ’ممی! شہر کے لوگ اچھے نہیں ہیں۔ ایک تو پاپا اپنا آرام اور سکون چھوڑ کر روزانہ سورج نکلنے سے پہلے اٹھ جاتے ہیں۔ گائیں اور بھینسوں کا دودھ دوہتے ہیں۔ پھر دودھ کو کینوں میں بھر کر موٹر سائیکل پر لادتے ہیں۔ اس کے بعد شہر جاتے ہیں اور ’دُودھ لے لو، دودھ لے لو‘ کی صدا بلند کر کر گھر گھر دودھ سپلائی کرتے ہیں۔ لوگوں کو گھر بیٹھے خالص دودھ مل جاتا ہے۔ اس کے بعد بھی وہ دودھ میں پانی ملانے کی شکایت کرتے ہیں۔

گھر بیٹھے دودھ ملنے کی وجہ سے لوگوں کو پاپا کا احسان مند ہونا چاہیے تھا، لیکن ان لوگوں کا رویہ بالکل بھی صحیح نہیں تھا۔ وہ پاپا کو الٹا سیدھا کہہ کر ذلیل کرتے ہیں اور پاپا ہیں کہ اُنھیں جواب دینے کی بجائے صرف مسکرا کر رہ جاتے ہیں۔ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ انھیں پلٹ کر جواب کیوں نہیں دیتے؟ لوگوں کی سخت اور کڑوی باتیں سن کر خاموش کیوں رہ جاتے ہیں؟ وہ ہمیں دودھ کی قیمت دیتے ہیں، تو کیا ہم پر احسان کرتے ہیں؟ ہم بھی تو انھیں گھر بیٹھے دودھ پہنچاتے ہیں۔ میں یہ سب برداشت نہیں کر سکتی تھی، اس لیے میں نے پاپا کے ساتھ شہر جانا چھوڑ دیا۔ مجھے یہ قطعی پسند نہیں ہے کہ کوئی شخص اس کے پاپا کے لیے نامناسب الفاظ کا استعمال کرے۔

اس دن کے بعد سونا کشی نہ تو پاپا کے ساتھ شہر گئی اور نہ ہی اس نے موٹر سائیکل پر بیٹھنے کی ضد کی۔ وہ صبح و شام مویشیوں کا گوبر اٹھانے کے کام میں ممی پاپا کی مدد کے علاوہ ان کے چارے پانی کا بندوبست بھی کرانے لگی تھی۔ اَب اُس نے اپنا پورا دھیان پڑھائی کی طرف لگانا شروع کر دیا تھا۔ اسکول سے گھر لوٹنے کے بعد سب سے پہلے اپنا ہوم ورک کرتی۔ اس کے بعد کھانا کھاتی۔ کچھ دیر بچوں کے ساتھ کھیلتی اور پھر ٹائم ٹیبل کے مطابق مضامین یاد کرتی۔ پڑھائی پر دھیان دینے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے درجہ پانچ کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کر لیا۔ اس کے بعد پڑھنے لکھنے میں دلچسپی بڑھتی گئی۔ درجہ آٹھ میں اسکول ٹاپ کرنے کے بعد اُس نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ ہائی اسکول میں سونا کشی نے ضلع میں پہلی پوزیشن حاصل کر کے نہ صرف اپنا اور والدین کا نام روشن کیا، بلکہ اپنے اسکول اور گاؤں کا نام بھی روشن کیا۔ انٹرمیڈیٹ میں بھی اس نے ضلع میں پہلا مقام حاصل کر کے سب کو چونکا دیا۔

جب سونا کشی پانچویں کلاس میں تھی، تب دو ہم جماعت لڑکیوں کے درمیان کسی بات کو لے کر آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ اس نے دونوں کو سمجھا بجھا کر جھگڑا ختم کرا دیا۔ اس کی کوشش سے جھگڑا ختم ہونے پر وہ بہت خوش ہوئی۔ تبھی سے اس کے ذہن میں جج بننے کی خواہش پیدا ہوئی۔ وہ ایک ایماندار منصف بن کر لوگوں کے درمیان انصاف کرنا چاہتی تھی۔ انٹرمیڈیٹ کے بعد اس نے یونیورسٹی سے بی اے میں فرسٹ ڈویژن حاصل کی۔ اسے ایل ایل بی میں صوبے میں پہلا مقام حاصل کرنے کے لیے گولڈ میڈل ملا۔ اس نے یونیورسٹی کے شرکا کے اجتماع میں حصہ لیتے ہوئے دو گولڈ سمیت تین میڈل حاصل کیے۔ یونیورسٹی ٹاپ کرنے کے بعد چانسلر کے ذریعے ایوارڈ سے نوازا جانا بہت بڑی بات تھی۔

سونا کشی کس قدر محنتی تھی، اس کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ روزانہ سائیکل سے اسکول جاتی تھی۔ اس کے پیروں میں جوتوں کی جگہ چپل ہوا کرتے تھے۔ کبھی

کبھی چپل پر گوبر بھی لگا رہتا تھا۔ اتنا ہی نہیں کالج جانے سے قبل محلے کے کئی گھروں میں دودھ بھی پہنچا آتی تھی۔ ان حالات میں اُس نے ایل ایل ایم کا امتحان بھی امتیازی نمبروں سے پاس کرلیا۔ 'پیارے بچو! کیا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ اپنی پڑھائی کہاں اور کیسے کرتی تھی؟' ٹیچر نے سوال کیا۔

'نہیں! ہم نہیں جانتے!!' بچوں نے جواب دیا۔

بچو! آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ اسے گوشالہ میں بیٹھ کر پڑھائی کرنی پڑتی تھی، جہاں ہر وقت گوبر کی بدبو آیا کرتی تھی۔ پڑھنے لکھنے کے لیے اس کے پاس میز اور کرسی نہیں تھی۔ اس نے کنستروں کو میز اور کرسی بنا رکھا تھا۔ انھیں پر بیٹھ کر لکھتی پڑھتی تھی۔ اپنے مشن کو پورا کرنے کے لیے اس نے نا مناسب حالات سے سمجھوتہ کرلیا تھا۔ اس دَوران اسے اپنے ممی پاپا کا بھرپور تعاون ملا۔ چار بچوں کی پڑھائی اور گھر کے اخراجات پورے کرنے کے لیے کئی بار اس کے پاپا کے پاس سوناکشی کی فیس جمع کرنے کے لیے پیسے نہیں ہوتے تھے۔ وقت پر فیس جمع کرنے کے لیے کسی نہ کسی سے قرض لینا پڑتا تھا۔ ایک مرتبہ تو سوناکشی کی سہیلی کے پاپا سے ہی ادھار لینے کی نوبت آ گئی۔ بیٹی کی تعلیم کے لیے رام لال نے ایک فیکٹری میں گوبر گیس پلانٹ کے لیے گوبر تک فروخت کیا۔ کبھی کبھی ان کی بیوی گوبر کے اُپلے تھاپ کر محلے میں بیچ آیا کرتی تھی۔

سوناکشی نے جوڈیشیل سروسز میں پہلی بار کوشش کی، لیکن وہ واجب ہدف سے تین نمبر پیچھے رہ گئی۔ اس کے باوجود اس نے ہمت نہیں ہاری۔ اگلے سال دوبارہ کوشش کی، مگر جنرل کٹ آف لسٹ میں ایک نمبر سے رہ گئی۔ اس کا نام ویٹنگ لسٹ میں آیا۔ خدا نے سخت محنت اور لگن سے پڑھنے والی باہمت سوناکشی کی کوششوں کو رائیگاں نہیں جانے دیا۔ اتفاق سے ایک منتخب شدہ امیدوار نے اس زمرے میں آگے نہیں بڑھنے کا فیصلہ کیا۔ اسی کے ساتھ سوناکشی کی قسمت چمک گئی اور یہ موقع اسے مل گیا۔ ویٹنگ لسٹ سے اس کا انتخاب ہوگیا۔ اسی برس اس کی اسناد اور دستاویز کی تصدیق کی گئی۔ ڈاکیومنٹ ویری فکیشن کے بعد وہ جج کے عہدے پر فائز ہوگئی۔ اس کی بہنیں اور بھائی بھی پیچھے نہیں رہے۔ منجھلی بہن میناکشی کی کیگ میں بطور ہندی ٹرانس لیٹر تقرری ہوگئی۔ چھوٹی بہن کرن نے ڈی یو سے پڑھائی کی، تو چھوٹے بھائی رجنیش نے جرنلزم کی تعلیم حاصل کی ہے۔

پیارے بچو! آپ نے دیکھا کہ ایک غریب گھر کی لڑکی نے کس طرح اپنی تعلیم مکمل کی اور جج کے باعزت واہم عہدے پر فائز ہوئی۔ معلوم ہوا کہ پڑھنے لکھنے کی لگن ہو، تو نامناسب حالات بھی معنی نہیں رکھتے۔ امید ہے آپ کو کہانی پسند آئی ہوگی۔ مجھے یقین ہے کہ اب آپ بھی دل لگا کر پڑھائی کریں گے۔ خوب محنت کرکے امتیازی نمبروں کے ساتھ نہ صرف اپنی تعلیم پوری کریں گے، بلکہ ملک کی فلاح وترقی میں اہم کردار بھی ادا کریں گے۔

'جی سر!' بچوں نے زوردار آواز میں ایک ساتھ کہا۔

■

M.A. Kanwal Jafri
127/2, Jama Masjid
NEENDRU, Tehsil Dhampur
Distt. Bijnor -246761 (UP)
Cell: 9917767622, 9675767622
Email: jafrikanwal785@gmail.com

محنت میں عظمت

عادل گھر سے نکلنے سے پہلے ماں کی چارپائی تک گیا اور جھک کر انھیں سہارا دیا جب وہ اٹھ کر بیٹھ گئیں تو بغل میں رکھی دوائیوں میں سے چند دوائیں نکال کر ہاتھ پر دی اور پانی کا گلاس بڑھادیا۔ ماں نے دوا کھا کر دعائیں دی اور کہا فکر نہ کر بیٹا شام تک بخار اتر جائے گا۔ زویا اور علی کدھر ہیں؟ ماں میں نے انھیں بھی تیار کر دیا ہے، ناشتہ بھی کرا دیا ہے اب ساتھ لے کر اسکول جا رہا ہوں، اپنا خیال رکھنا خدا حافظ! یہ کہتے ہوئے اپنے قدم باہر کی طرف بڑھا دیے۔ وہ اس وقت اسکول جا رہا تھا حالات نے اسے وقت سے پہلے ہی بڑا کر دیا تھا۔ دراصل وہ سب بہن بھائی سے بڑا تھا۔ اس کے بعد اس کی بہن زویا اور بھائی علی تھا۔ تین بہن بھائی والد اور والدہ، یہ چھوٹا سا گھرانہ کافی خوشحال ہوا کرتا تھا۔ لیکن ایک حادثے نے ان کی زندگی بدل دی۔ جب عادل ساتویں جماعت میں تھا اس وقت اس کے والد ان سب کو چھوڑ کر اس دنیا سے چلے گئے۔ ان کی موت ایک سڑک حادثے میں ہوئی تھی۔

ماں دن رات کی محنت ومشقت سے تینوں کا پیٹ پال رہی تھی۔ اسکول کی طرف جاتے ہوئے عادل کا ذہن ماں کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا آج تو ماں کی دوا بھی ختم ہو جائے گی۔ اسکول سے واپسی پر دوا ساتھ لانی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے مزید تین خوراک کھلانے کے لیے کہا تھا۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ تبھی اچانک چھوٹے بھائی علی نے پکارا بھائی اسکول کب آئے گا؟ یہ سنتے ہی عادل نے بھائی کا ہاتھ محبت سے پکڑا اور کہا بس میرے بھائی تھوڑی دور اور ہمارا اسکول اگلے موڑ پر ہے۔ عادل بھائی کو تسلی دے کر بولا اگر ہم روز اسکول آئیں گے تو ہمیں جلدی ہی نئی سائیکل ملے گی اور اس پر بیٹھ کر اسکول جایا کریں گے۔ جواب میں علی بولا سچ بھائی؟ ہاں ایسا ہی ہے، عادل نے جواب دیا اور تینوں اسکول میں داخل ہوگئے۔

یہ اسکول گاؤں سے کافی دور تھا جس کی وجہ سے بچوں کو گھر سے اسکول جانے کے لیے کئی کلومیٹر تک پیدل

سفر کرنا پڑتا تھا۔گاؤں کی اونچی نیچی پگڈنڈیوں پر چلتے ہوئے اسکول پہنچنے تک وہ کافی تھک جاتے تھے شروع میں تو حال یہ تھا کہ ہر روز اسکول سے واپسی پر بچوں کو یہ شکایت ہوتی کہ ماں ہم کل سے اسکول نہیں جائیں گے بہت چلنا پڑتا ہے۔لیکن عادل کی ماں اپنے بچوں کا حوصلہ بڑھاتی اور کہتی بیٹا اس محنت کا پھل ایک دن ضرور ملے گا۔اس طرح بہلا پھسلا کر انھیں اگلے دن اسکول جانے کو راضی کر لیتی۔عادل کی لائی ہوئی دوائیوں سے زاہدہ کی طبیعت میں کافی سدھار ہو گیا تھا۔اس نے عادل کو بلا کر کہا بیٹا جلد کھانا کھا کر پڑوس کے کپڑے دے آنا پیسے مل جائیں گے تو راشن لے آؤں گی گھر میں اناج ختم ہے۔ زاہدہ دیر رات تک سلائی کرتی اور دن کو گھر کے کام نپٹا لیتی تھی جو تھوڑے پیسے ملتے ان سے کسی طرح گزر بسر ہو جاتی تھی۔دن رات کی کڑی مشقت کی وجہ سے زاہدہ کے بالوں میں سفیدی بھی اتر آئی تھی۔یہ سب دیکھ کر عادل کا دل کڑھتا تھا، وہ اکثر اپنی ماں سے کہتا ماں میں کوئی کام تلاش کرتا ہوں اکیلے ہی آپ کو سب دیکھنا پڑتا ہے۔لیکن زاہدہ اس کے لیے راضی نہ ہوئی اور اسے کام کرنے کی اجازت نہ دی۔دھیرے دھیرے وقت کا پہیہ آگے بڑھتا رہا اور عادل اپنی محنت اور لگن سے بارہویں کلاس میں پہنچ گیا۔امتحان ہو چکے تھے۔عادل کو نتیجے کا انتظار تھا۔اس کو یقین تھا کہ اس کا رزلٹ اچھا آئے گا۔اسے تو اس بات کی زیادہ فکر تھی کہ اگر کچھ نمبروں سے بھی پیچھے رہ گیا تو اس وظیفے کا کیا ہوگا جو اعلیٰ تعلیم کے لیے ملنے والے تھے۔بس اس لیے وہ پورے سال محنت سے پڑھتا رہا اور آج اس کی محنت کا نتیجہ آنے والا تھا۔گھبراہٹ عروج پر تھی کبھی باہر جاتا تو کبھی اندر آتا۔وہ اپنے دوست رضا کا بے صبری سے انتظار کر رہا تھا۔جو ایک دولت مند گھرانے سے تعلق رکھتا تھا لیکن اسکول آتے جاتے دونوں کی کافی گہری دوستی ہو گئی تھی۔دور سے ہی رضا کو آتے دیکھ کر عادل دوڑتا ہوا اس کے قریب پہنچا اور سوال کیا جلد بتاؤ رضا! کیا بھائی جان نے کمپیوٹر پر ہمارا رزلٹ دیکھ لیا؟ رضا نے چہکتے ہوئے کہا ہاں ہم پاس ہو گئے اور تم نے 90 فیصدی نمبرات حاصل کیے ہیں۔یہ سنتے ہی عادل نے جھٹ سے رزلٹ ہاتھوں میں لیا اور ماں ماں آواز دیتے ہوئے گھر کے اندر بھاگا۔عادل کی آواز سن کر زاہدہ باہر نکلی۔ عادل نے چہکتے ہوئے کہا امی میں نے 90 فیصدی نمبرات حاصل کیے ہیں اب مجھے وظیفہ ضرور ملے گا۔یہ سن کر زاہدہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔انھوں نے جھٹ سے بیٹے کو گلے لگا لیا اور پاس کھڑے رضا کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تمھیں بھی مبارک ہو بیٹا۔

عادل نے وظیفہ میں ملنے والی رقم سے اپنی تعلیم کو جاری رکھا۔اسے یہ اطمینان تھا کہ ماں کو مہنگی فیس کے لیے پریشان نہیں ہونا پڑے گا۔وہ اب پہلے سے زیادہ محنت کرنے لگا۔اب ماں کی صحت بھی پہلے جیسی نہ تھی۔وہ اکثر بیمار رہنے لگی تھی۔اسی فکر میں عادل نے پڑھائی کے ساتھ پڑوس کے چاچا کی دکان پر بیٹھنا بھی شروع کر دیا تاکہ ملنے والے پیسوں سے بھائی بہن کے تعلیمی خرچ کو پورا کر سکے۔اس کی تمنا تھی کی وہ افسری کا امتحان پاس کر لے تاکہ وہ گاؤں کی حالت میں سدھار لا سکے۔اسے شدت سے یہ احساس تھا کہ غریبوں کی بنیادی ضرورتیں بھی پوری نہیں ہو پاتی ہیں۔خود اس نے تعلیم حاصل کرنے کے لیے

جن مسائل کا سامنا کیا تھا، نہیں چاہتا تھا کہ اس کے بھائی بہن اور گاؤں کے بچوں کو ان پریشانیوں سے گزرنا پڑے۔ اسی جذبے کے ساتھ عادل لگاتار محنت کرتا رہا ساتھ ہی گاؤں کے دوسرے بچوں کو بھی پڑھائی کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی۔ ایک دن اس کی محنت رنگ لائی اور اس نے افسری کا امتحان پاس کرلیا۔ عادل کے گھر میں جشن کا ماحول تھا۔ پڑوسی، رشتہ دار، دوست احباب مبارکباد دینے کے لیے آنا شروع ہو گئے۔ گاؤں کے سب لوگ بے حد خوش تھے۔ عادل گھر کے دروازے پر آنے والوں کا استقبال کر رہا تھا۔ تبھی پڑوس کی خالہ داخل ہوئیں۔ عادل نے انھیں دیکھتے ہی سلام کیا جواب میں انھوں نے کہا بیٹا تم نے ہمارے گاؤں کا نام روشن کر دیا۔ اس گاؤں کو تمھارے جیسے ہونہار سپوتوں کی ضرورت ہے۔ اب جلد ہی اس گاؤں کی تقدیر بدل جائے گی۔ کچھ دنوں کے بعد عادل کو ٹریننگ کے لیے بھیج دیا گیا۔ ٹریننگ مکمل کرنے کے بعد شہر میں اپنا عہدہ سنبھالنے کے بعد عادل گھر واپس آیا اور ایک جلسے کا اہتمام کیا۔ جہاں اعلیٰ افسر بن چکے عادل نے گاؤں والوں کو یہ خوشخبری دی کہ اب گاؤں میں اسکول اور کالج دونوں کو بنانے کی تجویز پاس ہوگئی ہے جس پر کام بھی شروع ہوگیا ہے۔ اب گاؤں کے بچوں کو مفت تعلیم دی جائے گی۔ ہونہار طلبا کو وظیفہ بھی فراہم کیا جائے گا۔ اب گاؤں کے کسی بھی بچے کو میلوں پیدل نہیں چلنا پڑے گا۔ گاؤں کے بزرگوں نے عادل کو ڈھیر ساری دعائیں دیں اور اسے بہت پیار کیا۔

■

Umme Ammara Zeya
K R Puram
Bengaluru - 560016 (Karnataka)
Mob.: 8920475306
ummejnu@gmail.com

روٹی کی اہمیت

ٹی این بھارتی

گرمی کی چھٹیاں شروع ہوتے ہی بچوں نے شور و غل شروع کر دیا کہ نانی کے گھر جائیں گے۔ پانچ برس کی مدیحہ نے ابو سے ضدی انداز میں مجھے نانی کے گھر جانا ہے۔ ابو نے اس ضد کو مانتے ہوئے کہا کہ اپنی بیٹی کو نانی کے گھر ضرور لے چلیں گے۔ انھوں نے بیگم سے کہا صبح پانچ بجے کی ٹرین سے ہم لوگ کرت پور بجنور چلیں گے۔ آپ سفر کی تیاری کیجیے۔ یہ سن کر مدیحہ بے حد خوش ہوئی اور اپنے بھائی سے کہا صبح ہم نانی کے گھر جا رہے ہیں، ذرا میری گڑیا اتار دیجیے، گڑیا کو بھی ساتھ لے جاؤں گی ارے رے رے نانی کے گھر گڑیا سے کھیلنے کا وقت ہی نہیں ملے گا دس برس کے باسق نے مدیحہ کو سمجھایا۔ امی جان نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تم دونوں باہر کھیلنے جاؤ، مجھے سفر کی تیاری کرنی ہے۔

فرحت نے ذرا، دیر میں سامان پیک کر لیا۔ بچے صبح سویرے جاگ گئے۔ سبھی نے ہلکا سا ناشتہ کیا اور سفر کے لیے روانہ ہو گئے۔ پلیٹ فارم پر جاتے ہی دونوں بچے خوشی سے جھوم کر گانے لگے ریل گاڑی چھک! چھک! ڈبہ میں داخل ہوتے ہی مدیحہ نے کہا ابو مجھے کھڑکی کے پاس بیٹھنا ہے! لو جی بیٹھو کھڑکی کی طرف!! تیز رفتار گاڑی منزل کی جانب رواں دواں تھی۔ بچے نیند کی آغوش جا چکے تھے۔

کرت پور اسٹیشن آتے ہی فرحت کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ چھ برس بعد وہ اپنے مائیکے جا رہی تھی۔ مدیحہ ٹرین سے اترتے ہی نانا جان کی گود میں سما گئی۔ اظہر ماموں نے باسق کو گلے لگایا۔ دروازے پر دستک کی آواز سنتے ہی نانی نے دروازہ کھولا تو فرحت ماں کے گلے لگ گئی۔

سب نے ہاتھ منہ دھو کر ناشتہ کیا۔

عائشہ، عارض اور عباس اظہر ماموں کے بچے مدیحہ اور باسق کے ساتھ باہر کھیلنے چلے گئے۔

مدیحہ کے نانا جان، ماموں جان اور ابو جان بھی کسی کام سے بازار چلے گئے۔ نانی نے باورچی خانے کی راہ لی۔

پسینہ سے شرابور بچوں نے 'بھوک لگی ہے، بھوک لگی ہے' کی رٹ لگائی، تو مدیحہ کی ممانی نے صحن میں بنے مٹی کے چولہے میں لکڑی جلاتے ہوئے کہا بچو، تم سب پہلے غسل کرلو، تب تک کھانا تیار ہو جائے گا۔

ممانی جان میں تو اس میں نہاؤں گی۔ مدیحہ نے حوض کی طرف اشارہ کیا۔ اچھا تو رکو پہلے حوض میں پانی بھردوں۔ عائشہ اور مدیحہ حوض میں کود پڑیں اور کبھی حوض کے اندر، کبھی باہر ایک دوسرے پر پانی ڈالنے لگیں۔ مدیحہ نے چھوٹی سی بالٹی میں پانی بھرا اور دوڑ کر سوکھے آٹے میں پانی ڈال دیا۔ اُف اللہ یہ کیا کردیا؟ اب میں روٹی کیسے پکاؤں؟

سب لوگ باہر گئے ہوئے ہیں اور آٹا بھی ختم ہوگیا ہے۔ باسق چلایا، امی جان جلدی باہر آیئے مدیحہ نے سارا آٹا خراب کردیا۔

امی غصے سے بولیں یہ کیا کردیا سارا آٹا پانی میں بہا دیا۔ تمھیں پتا ہے کھانے کی چیزوں کے لیے محنت کرنی پڑتی ہے۔ رزق کی قدر کرنی چاہیے۔ کسان کتنی محنت سے اناج اگاتا ہے، تب پھر آٹا تیار ہوتا ہے اور تم نے سارے آٹے کو خراب کردیا، لیکن امی جان ہمارے گھر میں تو ابو جان آٹا لے کر آتے ہیں تو کیا وہ کسان ہیں؟ مجھے تو آپ روٹی پکا کر دیتی ہیں، پھر رزق کیا ہوتا ہے؟ بتایئے امی جان آٹا کہاں سے آتا ہے؟ آٹا کون بناتا ہے؟ آٹے میں پانی ڈالنے سے روٹی کیوں نہیں بن سکتی؟ بیٹی کے معصوم سوالات پر فرحت الجھ سی گئی۔

ارے بیگم کیا ہوا ہماری بیٹی کو کیوں ڈانٹ رہی ہو؟ دیکھیے نا آٹا پانی میں بہا کر سوالوں کی بوچھار کر دی۔ فرحت نے تمام سوالات دہرائے تو ابو نے کہا بیٹی کل صبح تم کو کھیتوں میں لے چلیں گے پھر دیکھنا آٹا کہاں سے آتا ہے؟ ارے واہ مزہ آئے گا عائشہ، عارض، عباس اور باسق بھی خوشی سے چلائے ہم بھی چلیں گے۔ ہاں ٹھیک ہے کل صبح جلدی جاگنا تاکہ تازہ ہوا کا مزہ لے سکو۔

چلو بھئی سب بچے بیل گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔ بیل گاڑی ہچکولے کھاتے ہوئے کرت پور کی کچی شاہراہ پر چلنے لگی، لہلہاتے کھیت دیکھ کر بچے خوشی سے جھوم اٹھے۔ بیل گاڑی سے چھلانگ لگاتے ہوئے مدیحہ نے پوچھا ابو جان یہاں تو کہیں بھی آٹا نہیں ہے، ارے مدیحہ تم بے وقوف ہو کیا؟ باسق نے بہن کو ٹوکا کھیت میں آٹا نہیں ملتا، پھر بتاؤ نا بھائی جان روٹی کے لیے آٹا کہاں سے آتا ہے؟ ابو نے مدیحہ کی انگلی تھام کر کہا وہ دیکھو سامنے لمبی لمبی بالیں وہ سب گندم کے کھیت ہیں، ابو جان گندم کیا ہوتا ہے؟ گندم مطلب گیہوں۔ سمجھو یہ کچی مٹی ہے، اس مٹی میں کسان گیہوں کے بیج ڈالتا ہے، کھاد ڈالتا ہے، پانی ڈال کر سینچائی کرتا ہے۔ ابو وہاں بیل کیا کررہے ہیں؟ وہاں کسان ہل چلا رہا ہے تاکہ گیہوں کی پیداوار اچھی ہو۔ آؤ ٹیوب ویل پر چلتے ہیں۔ اس سے کھیتوں میں پانی ڈالنے کا کام لیا جاتا ہے۔ دیکھو بیٹی وہ بڑی سی حوض میں موٹا سا پائپ

ہے بجلی سے اس کی موٹر چلے گی اور ہر ایک بالی میں پانی پھیل جائے گا۔ پھر ہر ایک بالی میں گیہوں کے بے شمار دانے پیدا ہوتے ہیں۔ ابو جان بارش سے بھی تو کھیتوں میں پانی جاتا ہے ہاں بیٹا بارش کا پانی، سورج کی روشنی، کھاد، ہل یہ سب چیزیں کھیتی کے لیے بہت ضروری ہیں۔

کسان فصل کاٹ کر گیہوں بازار میں فروخت کرتا ہے۔ لیکن ابو جان کسان آٹا کیوں نہیں بنا سکتا؟ پیاری بیٹی سارے کام ایک ہی آدمی نہیں کرسکتا ہے۔ باسق درمیان میں بولا گیہوں کا آٹا تو چکی پر پستا ہے۔ چکی کیا ہوتی ہے؟ مدیحہ تم سوال بہت کرتی ہو کھیت میں انجوائے کرو۔ ابو جان نے مدیحہ کو تسلی دی۔ بیٹی تم کو واپسی میں چکی بھی دکھائیں گے۔ اچھا تو موٹر چلایئے مجھے ٹیوب ویل سے نہانا ہے، سب بچے ایک ساتھ بولے ہمیں بھی نہانا ہے، موٹر چلتے ہی تیز دھار پانی سے حوض لبالب بھر گیا بچے پانی میں نہانے لگے۔ مدیحہ جل کی رانی ہے، جیون اس کا پانی ہے! عباس نے قہقہہ لگایا پگلی ہو گیا؟ مدیحہ نہیں مچھلی جل کی ہے رانی بولو!!

واپسی میں ایک جگہ بیل گاڑی روک کر بچوں نے لسی پی۔ اچانک باسق کی نظر آٹے کی چکی پر پڑی۔ ارے مدیحہ دیکھو وہ آٹا چکی ہے۔ وہاں گیہوں پستا ہے۔ ابو مجھے وہاں جانا ہے، چلو ہم بھی چلتے ہیں۔ سب بچوں نے آٹے کی چکی کی طرف قدم بڑھا دیے۔ دیکھو بیٹی کسان فصل کاٹ کر گیہوں فروخت کرتے ہیں پھر چکی میں آٹا پیسنے کے بعد گاؤں اور شہر کے بازار میں فروخت کرتے ہیں پھر ہم آٹا خرید کر گھر لے جاتے ہیں اور آپ کی امی جان آٹا گوندھ کر کبھی روٹی کبھی پراٹھا کبھی لڈو کبھی کچوری پکاتی ہیں اور مدیحہ مزے سے کھاتی ہے۔ دیکھا بیٹی کسان کتنی محنت کرتا ہے، کتنی مشقت سے آٹا تیار ہوتا ہے، ہمیں آٹا برباد نہیں کرنا چاہیے۔

سبھی بچوں نے گھر آکر ہاتھ منہ دھویا اور کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ دسترخوان پر رکھی روٹی سے مدیحہ بہت متاثر تھی۔ روٹی کے کچھ ٹکڑے دسترخوان پر گرتے دیکھ مدیحہ تپاک سے بولی: بھائی جان روٹی برباد نہیں کیجیے، ابھی ہم نے کھیتوں میں دیکھا تھا نا، کسان اور بیل دھوپ میں کام کر رہے تھے۔ اوہو کیا بات ہے میری بہن تو بہت سمجھدار ہو گئی ہے۔ ممانی مجھے تو بریانی کھانی ہے مدیحہ نے چمچ سے بریانی اس سلیقے سے کھائی کہ ایک دانا بھی دسترخواں پر نہیں گرایا۔

پیارے بچو! اب مدیحہ اسکول میں ٹیچر بن گئی ہے، صبح کی اسمبلی میں وہ بچوں کو روٹی کی اہمیت بتاتے ہوئے کہتی ہے، بچو ہمیں رزق کی بربادی نہیں کرنا چاہیے۔ لنچ باکس کا کھانا برباد نہیں کرنا چاہیے۔ اگر کسی شادی میں جا رہے ہو تو جتنی ضرورت ہو، پلیٹ میں اتنا ہی کھانا رکھو۔ چھوٹے نوالے بنا کر خوب چبا کر کھانا کھاؤ۔ گھر میں یا کسی ریسٹورنٹ میں یا کسی کے گھر دعوت میں جاؤ یا کسی شادی میں کہیں بھی روٹی کا ایک ٹکڑا بھی ضائع نہ کرو۔ روٹی کی اہمیت کو سمجھو!!

■

T N Bharti
Sailing Club Road
Jamia Nagar, Okhla
New Delhi -110025
Mob.: 8802254915
selfdefencebharti@gmail.com

از ندا احمد

کہانی

عادت

سات سالہ کرش سینٹ زین اسکول میں پڑھتا تھا۔ چھوٹے کٹے سنہرے بال، سفید گلابی گول مٹول چہرے والا وہ ایک نہایت ہوشیار بچہ تھا۔ بڑوں کی سننے والا۔ سب کی ماننے والا۔ پڑھائی اور صفائی کے ساتھ ساتھ ہر کھیل میں آگے رہنے والا۔

لیکن ایک بری عادت جسے اس نے پال رکھا تھا۔ جیسے اچھائی اور برائی ہر ایک انسان میں پائی جاتی ہے۔ اس میں بھی کسی کی پڑی ہوئی چیزیں اٹھانے کی بری عادت تھی۔ کچھ دنوں سے وہ جب بھی اسکول سے گھر آتا کوئی نہ کوئی سامان اپنے ساتھ (دوسروں کی) اٹھا لاتا۔ ممی ہر بار اسے ڈانٹتی اور سمجھاتی کہ اس طرح کسی کا سامان اٹھا لینا غلط ہے، مگر وہ اپنی ہی راگ لاپتا۔

''میں چوری تھوڑے کرتا ہوں۔ وہ تو بس بینچ یا فرش پہ پڑی چیزیں اٹھا لیتا ہوں۔'' دادی کے کان مروڑنے یا ممی کی چپت پڑنے پر بھی اس کا جملہ وہی رہتا۔

''کیا ہو جاتا ہے اگر میں پلے گراؤنڈ یا کلاس روم میں گری پڑی پینسل ربر اٹھا کے رکھ لیتا ہوں۔ کسی سے چھین جھپٹ کر تو نہیں لیتا نا۔'' اپنی سرخ ہوتی ناک پھلا کر وہ بھیگی آواز میں بڑے ہی معصوم انداز میں بولا تھا۔ ممی کو پیار آیا مگر انھوں نے سختی سے اس کی غلط بات کی تصحیح کرتے ہوئے کہا۔

''دوسروں کی چیزیں بغیر بتائے لینا چوری میں ہی شمار ہوتا ہے کرش۔''

''ایک اریزر سے کسی کا کیا ہی نقصان ہوتا ہوگا ممی۔؟'' ممی سر پکڑ کے رہ جاتی۔

دادی ماں دلار سے اس کے پھولے گال پر چٹکی

بھرتے ہوئے کہتی۔

’’بیٹا ربر ہو یا پینسل۔ چیزیں ایک روپے کی ہو یا پانچ روپے کی، قیمت سب کی ہوتی ہے۔ اب تم جس کا پینسل اٹھالاتے ہووہ بے چارہ بچہ گھر میں اپنا بیگ جانے کتنی مرتبہ کھنگالتا ہوگا۔ پھر اسے ماں کی ڈانٹ الگ سننے ملتی ہوگی۔‘‘

دادی ماں کے تفصیلی جملے پر وہ پٹ سے بولا تھا۔

’’نہیں دادو۔ طالب کے پاس پینسلوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ کل بھی وہ پینسل چھوڑ گیا تھا۔ آج بھی بھول گیا۔ روز نئی پینسل لے کر آتا ہے اور تو اور پرانے پینسل کے کھو جانے پر (جو ایک دم نئی تھی) کسی سے کچھ پوچھتا بھی نہیں۔ اسے کوئی غم نہیں ہوتا۔‘‘ ہاتھ چلاتے ہوئے وہ بے نیازی سے شانے اچکا گیا تھا اور دادی اس سات سالہ بچے کا منہ تاکتی رہ گئی۔

’’یعنی تم کسی اور کی چیز اٹھانے والی عادت نہیں چھوڑو گے۔‘‘ ممی کا ضبط جواب دے گیا تھا۔ وہ لب بھینچے تنبیہ کے انداز میں پوچھ رہی تھیں۔ کرش کا ڈھٹائی سے سر نفی میں ہلانے یا اسے مارنے کے لیے آگے بڑھی تو دادی ماں نے فضا میں اٹھا ہاتھ فوراً روک لیا۔

’’یہ تم کیا کرنے جا رہی ہو؟‘‘ تھوڑی حیرت سے پوچھا۔

’’تو کیا کروں؟ یہ بات نہیں سمجھتا۔‘‘ کرش کو گھورتے ہوئے کہا۔

’’تو کیا مارنے سے سمجھ جائے گا؟‘‘ دادی ماں کا سوالیہ جملہ انھیں شانت کر گیا۔

’’پھر کیا کروں میں اس کا۔‘‘ ممی کو غصے میں دیکھ کرش دادی کی بانہوں میں چھپ گیا۔

☆

’’ممی میں ایسا کیا کروں۔؟ کرش کو کیسے سمجھاؤں۔ اگر یہی مائنڈ سیٹ لے کر وہ بڑا ہوا تو‘‘ رات ڈنر کے بعد ممی نے پھر وہی موضوع چھیڑا تھا۔ دادی ماں کھانے کے بعد تھوڑی چہل قدمی کے لیے لان میں نکل آئی تھی اور کرش کی ماں بھی ان کے ساتھ ہی تھی۔

سوالوں پر غور و فکر کرتی سلور گرے بالوں والی دادی ماں ایک دم مسکرا دیں۔

’’بچوں کو کوئی بھی بات انہی کے انداز میں سکھانی ہوتی ہے۔‘‘ ان کی چمکتی آنکھیں اور مسکراتے لب دیکھ کر وہ فوری سمجھ گئیں کہ انھوں نے ترکیب نکال لی ہیں۔

’’احساس سے کوئی بھی بات ان کے عقل میں بیٹھ جاتی ہے جسے وہ کبھی نہیں بھولتے۔‘‘

’’مگر یہ ہوگا کیسے؟‘‘ تجسس میں پوچھ ہی لیا۔

’’آپ کو تو پتہ ہے نا۔ بچوں کو سمجھانا کتنا مشکل ہے۔‘‘ انھیں بس دادی کے دماغ میں چل رہی ترکیب کو سننا تھا۔

’’میرے پاس ایک ترکیب ہے، جس سے ہمارا کرش پورا سدھر جائے گا۔ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے سنا ہے نا۔ بالکل اسی طرح ہم...‘‘ دادی ماں جیسے جیسے بول رہی تھیں۔ ان کی مسکراہٹ مزید گہری ہوتی چلی جا رہی تھیں۔

وہ دونوں لان کا دوسرا چکر لگا رہے تھے۔ پورا پلان سن کے ممی نے ترنت اپنے شبہات کا اظہار کیا۔

’’کیا یہ ترکیب واقعی کارگر ثابت ہوگی؟‘‘ دادی نے جواب دیا۔

’’آج تک میرے نسخے ناکام ہوئے ہیں جو یہ

ترکیب ضائع ہوگی۔" ممی ان کے اعتماد سے اکڑاتے گردن کو دیکھ کر رہ گئیں۔

☆

اگلی صبح کرش تیار ہوکر اچھے بچے کی طرح بخوشی اسکول روانہ ہوگیا۔ ممی اپنی کچن وغیرہ سے فارغ ہوکر مارکیٹ کارخ کیا تھا۔ کچھ گھر کے ضروری سامان اور دادی ماں کا لسٹ (جو انھیں ہر صورت چاہیے ہوتا تھا) جسے لینے میں شام ہو چلی تھی۔ تب تک کرش بھی گھر آچکا تھا اور ممی کے بازار جانے کا سن کے باہری دروازے پہ لٹکے ان کی راہ تک رہا تھا۔

جنگلے پر لٹکا کرش کو دیکھ کر ان کی ہنسی چھوٹ گئی۔ اچھا ہوا جو وہ بیٹے کے لیے سامان لینا نہیں بھولی تھی۔

"Expensive remote car" (ریڈ کلر جو اس کا فیورٹ تھا) ساتھ ہی اسکیچ کلر جس کے لیے وہ پچھلی دفعہ آنسوؤں سے رویا تھا۔ منانے پر بھی اس کی ضد ختم نہیں ہوئی تھی۔

اس وعدے کے ساتھ۔ "بیٹا میں اگلی دفعہ پکا آپ کو دلا دوں گی۔" غالباً کرش کو وہ وعدہ یاد تھا۔ جبھی وہ کھیل چھوڑ کر ماں کا بے صبری سے انتظار کر رہا تھا۔

ممی نے پاس آکے اس کے گالوں پہ پیار کیا اور مسکراتے ہوئے بتایا۔

"ممی نے اپنا وعدہ پورا کیا۔" شاپر سے اسکیچ کلر نکال کر اس کے سامنے لہرایا، جس پر وہ خوشی سے چہکار مارتے ہوئے اچھل پڑا تھا۔

"اوہ تھینک یو مام!" ان کے ہاتھ سے جھپٹ کے وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "یو آر دی بیسٹ مام ان دی ورلڈ۔"

"اچھا تو پھر اپنی ورلڈ بیسٹ مام کی بات کیوں نہیں مانتے۔" بھنویں خوشگوار حیرت میں اٹھاتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کی ہر بات مانتا ہوں۔" کرش اسکیچ کلر دیکھتے ہوئے ہنس کر بولا۔ ممی اس کے جواب پر بھنویں اچکا کے رہ گئیں۔ دونوں ساتھ گھر میں داخل ہوئے تھے۔ دادی ماں نے اندر سے ہی ان کی آواز سن کر اندازہ لگا لیا تھا۔

کرش کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ فیورٹ اسکیچ کلر کے ساتھ ریموٹ کار ہاتھوں میں اسے نچاتے دیکھ دادی ماں بھی پوتے کی خوشی میں خوشی سے جی اٹھی تھیں۔

☆

لیکن پھر کچھ ایسا ہوا کہ اس کی ساری خوشی ہفتے بعد ہی چھومنتر ہوگئی۔ ہمیشہ اسکول سے ہنسی خوشی لوٹنے والا کرش اس روز آنکھوں میں موٹے آنسو لیے گھر آیا تھا۔ دادی نے دیکھتے ہی دریافت کیا تو بتایا۔

"چھٹی کے ٹائم (اچانک یاد پڑنے پر) میں نے بیگ میں اسکیچ کلر چیک کیا تو وہ کہیں نہیں ملا۔" وہ بھیگی آواز میں کہتے ہوئے پورا رو دیا۔

ممی نے اسے چپ کروایا، بہلایا پھسلایا لیکن اس کے غم میں کمی نہ آئی۔

"وہ میرا فیورٹ تھا۔"

"اب بھول جاؤ اسے جو کھو گیا۔ وہ واپس کہاں سے ملے گا۔" دادی ماں نے اسے سمجھانا چاہا لیکن وہ بہلنے کے بجائے مزید ضدی پن سے بولا۔

"نہیں مجھے وہی چاہیے۔"

"کہاں سے چاہیے؟" ممی نے ایک آخری کوشش کی۔ (شاید وہ بہل جائے) تم اسے کہاں بھول آئے ہو

یہ تک تمھیں ٹھیک سے یاد نہیں ۔۔''
''شاید اسکول میں گر گیا ہو یا پھر کسی نے اٹھا لیا ہو۔''
ایک دم سے یاد پڑنے پر وہ ممی کی بات درمیان میں کاٹ کے بولا تو اس کے جواز پر دادی ماں کا قہقہہ چھوٹ گیا۔
''چیزیں اٹھانے کا کام تمھارا ہے۔کوئی اور کیوں لے گا بھئی۔'' وہ غم و غصے سے اپنی دادی ماں جو اسے اس وقت یہ کہتے ہوئے بالکل اچھی نہیں لگ رہی تھیں کو دیکھ کر رہ گیا۔
'' اووووو۔۔میرا گولو مولو کرش بچہ ناراض بھی ہوتا ہے۔''اس کے ناک پھولے چہرے پہ چٹکی بھرتے ہوئے وہ ہنس کر بولی تھیں۔
'' میرا فیورٹ اسکیچ کلر چوری ہو گیا بجائے سیریس ہونے کے آپ کو ہنسی سوجھ رہی ہے۔''
''چوری کیسی بھئی۔کسی نے دیکھا ہوگا اور پھر اس نے لاوارث سمجھ کر اسے اپنے بیگ میں رکھ لیا ہوگا، جیسے تم کرتے ہو۔''
''ایسا تم ہی کہتے ہو۔کسی کی پڑی چیزیں اٹھا لینا چوری تھوڑے کہلاتی ہے۔''ممی نے کہا۔
''لیکن وہ میری طرح پریشان تو نہیں ہوتے ہوں گے نا۔''بہت دیر بعد وہ کمزور آواز میں بولا تھا۔
کمزور لہجہ۔کمزور جواز۔یعنی کرش کو غلطی کا احساس ہونے لگا تھا۔دادی ماں اسے سنجیدگی سے دیکھنے لگیں۔
''کیا تم ان کے گھر جا کر دیکھتے ہو.... نہیں نا... وہ بھی دکھی پریشان ہو کر اسی جگہ اپنی چیزیں تلاشتے ہیں۔ جس کے نہ ملنے پر مایوس ہو کر گھر لوٹ جاتے ہیں۔ممی انھیں بہلا کر دوسری چیزیں دلا دیتی ہیں۔لیکن تم نے کبھی سوچا ہے اگر کوئی دوسرا اسے افورڈ نہ کر سکے تو اسے اپنا من مارنا پڑتا ہے۔'' آج وہ چپ چاپ سن رہا تھا۔
''سستی ہو یا قیمتی۔کسی دوسرے کی چیزیں رکھ لینا نہایت بری بات ہے۔یہ غلط بھی ہے اور ایک طرح کی چوری بھی۔''
''تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''پہلی دفعہ وہ قائل ہو گیا تھا۔ممی اور دادی ماں نے ایک دوسرے کو دیکھ لو پر سکون سانس لیا۔
''ہمیں چاہیے کہ ہم وہ چیزیں اسے واپس سونپ دیں اور اگر معلوم نہ ہو تو وہیں پر پڑی رہنے دیں۔'' کرش نے اقرار میں سر ہلایا۔

☆

اگلے دن پھر اسے طالب کی نئی پینسل گری ہوئی موصول ہوئی تھی، لیکن اس دفعہ وہ اسے اٹھا کر دوڑتے ہوئے اسے واپس کرنے گیا تھا۔اور بدلے میں شکریہ اور مسکراہٹ کے ساتھ واپس گھر لوٹا تو پورا سرپرائز ہو گیا۔
دونوں خواتین کے چہرے پر فتح کے آثار نمایاں تھے کیونکہ ان کی ترکیب کارگر ثابت ہو گئی تھی۔ممی کا اسکیچ کلر لانا۔ دادی ماں کا چپکے سے بیگ سے وہ اسکیچ کلر نکالنا۔ سب پلان شدہ تھا۔
اگر اس نے وہ اسکیچ کلر نہ کھویا ہوتا تو غالباً اسے دوسروں کی کھوئی چیزوں کا احساس نہ ہوتا۔

■

Nida Ahmed
Mohalla Rasoolpur,Ambikapur
Surguja - 497001(Chhattishgarh)
Mob.: +91 9752232178
nidaf9149@gmail.com

انور هادی

کلیم کے ابا کا پنکھا

شہر کے بیچوں بیچ ایک شان دار سرکاری مدرسہ کھڑا تھا۔ سفید دیواریں سورج کی روشنی میں یوں چمکتیں جیسے کسی نے ان پر دودھ کی تہہ جما دی ہو۔ بلند دروازہ دور سے ہی اپنی خوبصورتی کی وجہ سے لوگوں کو متاثر کرتا اور اس کے اوپر سنہری حروف میں ایک جملہ کندہ تھا ”علم روشنی ہے، اور یہ روشنی ہر بچے کا حق ہے۔“ صبح کے وقت جب سورج کی کرنیں ان حروف پر پڑتیں تو یہ جملہ روشنی کی لکیر بن کر سیدھا دلوں میں اتر جاتا۔ لوگ جب گزرتے تو رک کر دیکھتے اور کہتے کہ کیا خوبصورت عمارت ہے۔ یہ مدرسہ کسی خواب کا محل معلوم ہوتا کیونکہ حکومت نے 'کل اور آج' اسکیم کے تحت سرکاری مدرسوں کی مرمت اور اس کی تزئین کے لیے لاکھوں رقم ادا کی، مگر جو اس کے اندر کے حالات سے واقف تھے وہ جانتے تھے کہ حقیقت اتنی حسین نہیں جتنی باہر سے دکھائی دیتی تھی۔ مدرسے کے کمرے کشادہ تھے، فرنیچر بھی رکھا تھا اور کمپیوٹر لیب بھی بنی ہوئی تھی۔ کلاس رومز میں جدید بورڈ لگے تھے اور صحن وسیع تھا۔ گیارہ اساتذہ اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھتے، سب تربیت یافتہ تھے۔ یہ سب دیکھ کر یوں لگتا تھا کہ تعلیم کے سارے دروازے کھلے ہیں مگر گرمی کے دنوں میں یہ خوبصورت منظر تڑپنے لگتا تھا۔ کمرے تندور کی طرح گرم ہو جاتے، کھڑکیاں بند رہتیں، پنکھے بیکار سے جھولتے اور ان کے پروں سے نکلنے والی سانس کسی بیمار کی ہلکی آہ کی طرح معلوم ہوتی تھی۔ بچے پسینے سے شرابور بیٹھے رہتے، کبھی کاپی پر قطرے گرتے، کبھی ہتھیلیوں سے پیشانی صاف کرتے، کوئی تھکن سے اونگھنے لگتا اور کوئی کتاب پر سر ٹکا دیتا۔

ان حالات میں ایک دن اساتذہ دفتر میں جمع تھے۔ صدر صاحب جو میر مدرس کہلاتے تھے آہستہ آہستہ چائے کی چسکی لیتے ہوئے بولے کہ دو ہفتے سے بچوں کی شکایتیں بڑھ رہی ہیں، والدین بھی ناراض ہیں اور کم از کم تین نئے پنکھے لگوانے کی ضرورت ہے۔ یہ سنتے ہی کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ استاد یوسف نے اپنی قیمتی گھڑی پر

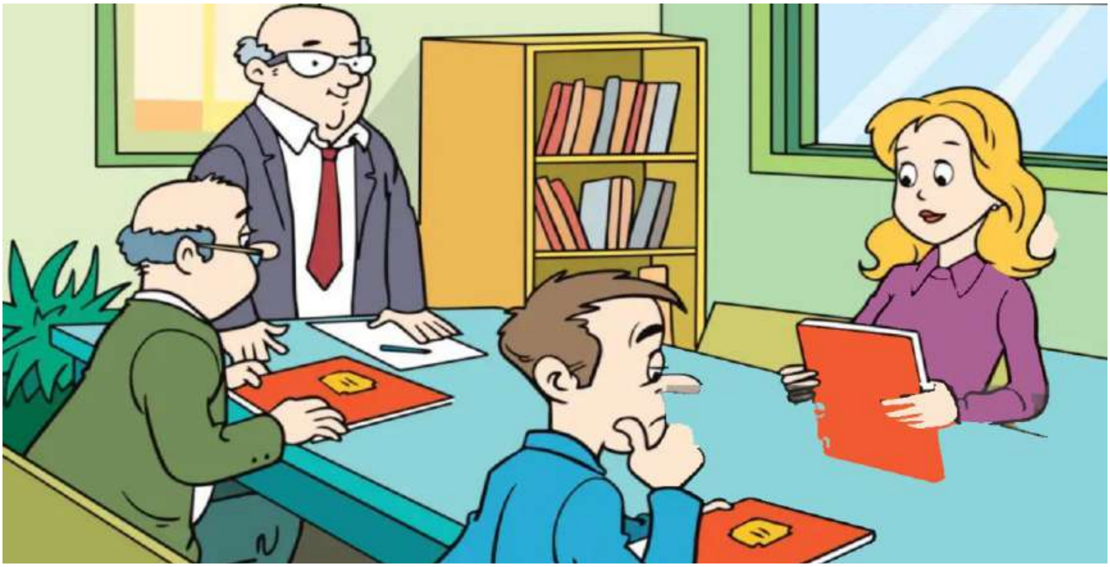

نظر ڈالی۔ استاد بابر نے جلدی سے فائل بند کر دی۔ استاد جمشید نے کھنکار کر کہا کہ یہ خرچ تو حکومت کا ہے، ہم کیوں کریں۔ استاد رفیق نے کہا کہ والدین کریں آخر یہ ان کے بچے ہیں۔ استاد سلیم نے ذرا جھجکتے ہوئے کہا کہ اگر ہم سب ایک ایک ہزار روپے دے دیں تو آج ہی مسئلہ حل ہو جائے گا۔ یہ جملہ سنتے ہی کمرے میں عجیب سا سکوت چھا گیا۔ کسی نے نظریں چرا لیں، کوئی موبائل میں مصروف ہو گیا اور کچھ یوں بیٹھے جیسے کچھ سن ہی نہ پائے ہوں۔ صدر صاحب نے آہ بھری اور کہا کہ والدین سے بات کرتے ہیں شاید کوئی راستہ نکل آئے۔

اگلے دن چھٹی کے وقت کچھ والدین کو بلایا گیا۔ کوئی مزدور کپڑوں پر پسینے کے داغ لیے آیا، کوئی ماں پرانی ساڑھی میں دبکی ہوئی کرسی پر بیٹھی، کسی کے ہاتھوں پر محنت کی سختی نمایاں تھی۔ سب خاموش بیٹھے تھے جیسے بڑے کمرے میں چھوٹے ہو گئے ہوں۔ صدر صاحب نے مسئلہ بیان کیا مگر سب کے سر جھکے رہے۔ نہ کسی نے سوال کیا نہ وعدہ کیا۔ کمرے میں سناٹا سا چھا گیا۔ پچھلی قطار میں کلیم اپنے باپ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ کلیم دبلا پتلا بچہ تھا جس کے کپڑے اور بیگ پرانی حالت کے تھے مگر آنکھوں میں خوابوں کی روشنی تھی۔ اس کے ساتھ اس کا باپ حنیف سبزی والا بیٹھا تھا۔ حنیف نے بات سن کر سر ہلایا، بیٹے کا ہاتھ پکڑا اور بغیر کچھ کہے باہر نکل گیا۔ حنیف کی زندگی سیدھی سادی مگر مشکل تھی۔ صبح جلدی اٹھ کر منڈی جانا، سبزی خریدنا اور شام تک گلیوں میں ٹھیلہ دھکیلتے ہوئے آوازیں لگانا، رات کو تھکا ہارا گھر پہنچنا، اس کا معمول تھا۔ جیب میں پیسہ کم رہتا مگر دل میں ایک خزانہ چھپا تھا اور وہ تھا اپنے بیٹے کا مستقبل۔ لوگ اکثر حیران ہوتے کہ یہ سبزی والے کا بیٹا اردو اور انگریزی میں اتنا ماہر کیسے ہے؟ مگر وہ جانتے تھے کہ حنیف چاہے بھوکا رہے مگر کلیم کی پڑھائی کبھی نہیں رکے گی۔

ایک ہفتے بعد صبح کے وقت مدرسے کے دروازے پر ہلکی سی گڑگڑاہٹ ہوئی۔ ایک چھوٹی لوڈنگ رکشہ آ کر

رکی۔ بچوں نے دوڑ کر دیکھا تو لکڑی کا کریٹ رکھا ہوا تھا۔ جب ڈھکن کھولا گیا تو اندر تین نئے پنکھے جگمگا رہے تھے۔ اوپر ایک کاغذ چپکا تھا جس پر لکھا تھا ''کلیم کے ابا کی طرف سے، بچوں کے سکون کے لیے۔'' ملازم رشید نے خوشی سے کہا کہ واہ، آخر سبزی والا ہی دل والا نکلا۔ بچے حیران ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ استادوں کے چہرے شرمندگی سے جھک گئے۔ صدر صاحب نے فوراً میٹنگ بلائی اور کہا کہ ایک خاموش سبزی فروش نے وہ کیا جو ہم سب نہ کر سکے، ہمیں شکریہ ادا کرنا چاہیے، کیوں نہ کل ہونے والی چھبیس جنوری کی تقریب میں کلیم کے ابا کی شال پوشی کی جائے، اس تقریب میں ایم ایل اے صاحب بھی تشریف لا رہے ہیں!۔ سب نے فوراً ہامی بھر دی۔ تیاری شروع ہوگئی۔ صحن میں رنگ برنگی جھنڈیاں لگائی گئیں، گیٹ پر بڑے بینر پر لکھا گیا ''خوش آمدید' ایم یل اے مجید باشاہ صاحب۔'' عبدالغفور چائے والے نے اعلان کیا کہ بچوں کے لیے چائے اور بسکٹ میری طرف سے مفت رہے گی۔

تقریب کا دن آیا تو صحن میلے کا منظر پیش کر رہا تھا۔ کرسیاں بھری ہوئیں، بچے قطار میں کھڑے نعت پڑھ رہے تھے، ترانے گونج رہے تھے اور تالیاں بج رہی تھیں۔ ایم ایل اے صاحب پورے پروٹوکول کے ساتھ آئے، کیمرے فلیش مار رہے تھے اور ہر طرف شور تھا۔ کلیم کے والد کو بھی بلایا گیا۔ وہ سادہ لباس میں نظریں جھکائے اسٹیج پر چڑھے۔ ایم ایل اے نے شاباشی دی اور شال پوشی کی رسم ادا کی، تصویریں کھنچیں اور تالیاں بجیں۔ پہلی قطار میں استاد یوسف بیٹھے تھے۔ ان کے ساتھ ان کا ننھا بیٹا زاہد بھی بیٹھا تھا۔ زاہد نے والد کو غور سے دیکھا اور پھر آہستہ سے پوچھا مگر مائیک قریب تھا اس لیے آواز سب نے سن لی۔ اس نے کہا، ابا آپ کئی مرتبہ دوستوں اور رشتے داروں کے سامنے کہہ چکے ہیں کہ آپ کی تنخواہ ایک لاکھ سے زیادہ ہے، پھر آپ نے پنکھے کیوں نہیں دیے۔ یہ جملہ سنتے ہی ماحول جم سا گیا۔ ایم ایل اے کی طرف اس کے پی۔ اے نے دیکھا تو ایم ایل اے نے فوراً نظریں جھکا لیں اور چہرے پر خفگی چھا گئی، اساتذہ بھی ایک دوسرے سے نظریں چرانے لگے اور کچھ کے ماتھے پر پسینہ چمکنے لگا۔ صدر صاحب نے جلدی جلدی اختتامی کلمات کہے اور تقریب ختم ہوگئی۔

لوگ تیزی سے رخصت ہوئے۔ حنیف خاموشی سے کلیم کا ہاتھ پکڑے پچھلے دروازے سے نکلا۔ چلتے چلتے اس نے ایک نظر مدرسے کی دیوار پر ڈالی جہاں بچوں نے کاغذ کے پھول اور پتنگیں چپکائی تھیں۔ بیچ میں جلی حروف میں لکھا تھا ''عمل سے زندگی بنتی ہے، جنت بھی جہنم بھی۔'' کلیم نے باپ کا ہاتھ دبایا اور کہا، ابا آپ نے سب کو پڑھا دیا بغیر کچھ کہے۔ حنیف نے مسکرا کر بیٹے کو دیکھا، آنکھوں میں ہلکی سی نمی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ وہ کوئی بڑا آدمی نہیں مگر آج اس نے ایسا سبق دیا ہے جو کسی کتاب میں نہیں ملتا۔

■

Anwar Hadi
Chairman , Ameerunnisa Educational & Welfare Foundation
Kadapa-(Andhra Pradesh)
Cell: 7013282616
anwar.hadi786@gmail.com

شبھمن گل کی ایک ٹسٹ میں سنچری اور ڈبل سنچری

عمران احمد

ہندوستان کے کپتان اور دائیں ہاتھ کے افتتاحی بلے باز شبھمن گل نے انگلینڈ کے خلاف برمنگھم میں کھیلے گئے سریز کے دوسرے ٹسٹ کی پہلی انگ 509 منٹ میں 387 بالوں پر 30 چوکوں اور تین چھکوں کی مدد سے 269 رن بنانے کے بعد دوسری انگ میں 243 منٹ میں 162 بالوں پر 13 چوکوں اور آٹھ چھکوں کی مدد سے 161 رن بنانے میں کامیاب رہے۔ اس ٹسٹ میں شبھمن گل نے کل 430 رن بنائے تھے جو ایک ٹسٹ میں تیسرے سب سے زیادہ رن ہیں۔

ٹسٹ کی ایک انگ میں سنچری اور دوسری میں ڈبل سنچری بنانے والے وہ ہندوستان کے سنیل گواسکر کے بعد دوسرے اور کل ملا کر نویں بلے باز بنے۔ ہندوستان کی جانب سے ابھی تک آٹھ بلے بازوں نے گیارہ مرتبہ ایک ٹسٹ کی دونوں انگوں میں سنچریاں اسکور کی ہیں جس میں شبھمن گل بھی شامل ہو گئے ہیں۔

ٹسٹ کی ایک انگ میں سنچری اور دوسری میں ڈبل سنچری اسکور کرنے والے آسٹریلیا کے ڈوگ والٹرس تھے جنھوں نے ویسٹ انڈیز کے خلاف فروری 1969 میں سڈنی میں ہوئے ٹسٹ میں یہ کارنامہ انجام دیا تھا۔ آسٹریلیا کی پہلی انگ میں انھوں نے 480 منٹ میں 412 بالوں پر 24 چوکوں کی مدد سے 242 رن بنانے کے بعد دوسری انگ میں 196 منٹ میں 181 بالوں پر سات چوکوں کی مدد سے 103 رن بنائے تھے۔ اس ٹسٹ میں آسٹریلیا نے 382 رن سے کامیابی حاصل کی تھی۔

سنیل گواسکر نے ویسٹ انڈیز کے خلاف پورٹ آف اسپین میں اپریل 1971 میں پہلی انگ میں سنچری اور دوسری انگ میں ڈبل سنچری بنانے میں کامیاب رہے تھے۔ دائیں ہاتھ کے اس بلے باز نے پہلی انگ میں 392

منٹ میں گیارہ چوکوں کی مدد سے 124 رن بنانے کے بعد دوسری انگ میں 529 منٹ میں 22 چوکوں کی مدد سے 220 رن بنانے میں کامیاب رہے تھے۔ اتنی شاندار بلے بازی سے بھی ہندوستان کو کامیابی نہیں ملی اور یہ ٹسٹ کسی فیصلہ کے بغیر ختم ہوا۔

سنیل گواسکر کے بعد ویسٹ انڈیز کے لارنس رو ٹسٹ کی ایک انگ میں سنچری اور دوسری میں ڈبل سنچری بنانے میں کامیاب ہوئے تھے۔ انھوں نے ایسا اپنے پہلے ٹسٹ میچ میں کیا تھا۔ نیوزی لینڈ کے خلاف کنگسٹن میں فروری 1972 میں ہوئے ٹسٹ میچ میں وہ پہلی انگ میں 427 منٹ میں 19 چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے 214 رن بنانے کے بعد دوسری انگ میں 153 منٹ میں 13 چوکوں کی مدد سے پورے سو رن بنانے میں کامیاب رہے تھے۔ پہلے ٹسٹ کی دونوں انگوں میں ابھی تک صرف دو بلے بازوں نے سنچریاں اسکور کی ہیں۔ لارنس رو کے بعد ایسا پاکستان کے یاسر حمید نے بنگلہ دیش کے خلاف کراچی میں اگست 2003 میں کیا تھا۔ لارنس رو پہلے ٹسٹ میں ڈبل سنچری اسکور کرنے والے دوسرے بلے باز تھے مگر ان کے بعد پانچ کھلاڑیوں نے یہ کارنامہ انجام دیا تھا۔ لارنس رو کی شاندار کارکردگی ویسٹ انڈیز کو جیت نہیں دلا سکی تھی اور یہ ٹسٹ کسی فیصلہ کے بغیر ختم ہوا تھا۔

آسٹریلیا کے گریگ چیپل نے نیوزی لینڈ کے خلاف ویلنگٹن میں مارچ 1974 میں ہوئے ٹسٹ میچ میں پہلی انگ میں 410 منٹ میں 356 بالوں پر 30 چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے 247 رن بنانے کے بعد دوسری انگ میں 186 منٹ میں 175 بالوں پر 18 چوکوں کی مدد سے 133 رن بنائے تھے۔ اس ٹسٹ میں ان کے بڑے بھائی ایان چیپل ٹسٹ کی دونوں انگوں میں سنچریاں اسکور کی تھیں۔ پہلی انگ میں وہ 283 منٹ میں 268 بالوں پر 17 چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے 145 رن بنانے کے بعد دوسری انگ میں 218 منٹ میں 199 بالوں پر 13 چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے 121 رن بنانے میں کامیاب رہے تھے۔ یہ ٹسٹ ڈرا (Draw) رہا تھا۔

گراہم گوچ ٹسٹ کی ایک انگ میں ٹرپیل سنچری اور دوسری میں سنچری اسکور کرنے والے پہلے بلے باز تھے۔ انگلینڈ کے اس بلے باز نے ہندوستان کے خلاف لارڈز میں جولائی 1990 میں ہوئے ٹسٹ میں انگلینڈ کی پہلی انگ میں 628 منٹ میں 485 بالوں پر 43 چوکوں اور تین چھکوں کی مدد سے 333 رن بنانے کے بعد دوسری انگ میں 150 منٹ میں 113 بالوں پر 13 چوکوں اور چار چھکوں کی مدد سے 123 رن بنائے تھے۔ اس ٹسٹ میں وہ انگلینڈ کے کپتان تھے اور انھوں نے اپنی ٹیم کو 247 رن سے جیت دلائی تھی۔ اس ٹسٹ میں ان کے 456 رن ٹسٹ میں کسی بلے باز کے سب سے زیادہ رن بھی ہیں۔

ویسٹ انڈیز کے برائن لارا نے سری لنکا کے خلاف کولمبو میں نومبر۔دسمبر 2001 میں ہوئے ٹسٹ میچ میں پہلی انگ میں 436 منٹ میں 354 بالوں پر 23 چوکوں اور دو چھکوں کی مدد سے 221 رن بنانے کے بعد دوسری انگ میں 259 منٹ میں 215 بالوں پر 14 چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے 130 رن بنانے میں کامیاب رہے تھے۔ اس ٹسٹ میں سری لنکا نے ویسٹ انڈیز کے خلاف دس وکٹ سے جیت اپنے نام کی تھی۔ ایک ٹسٹ میں چوتھے سب

ایک ٹسٹ میں پانچ سب سے زیادہ رن

پہلی انگ	دوسری انگ	کل رن	بلے باز	بمقابلہ	بمقام	سیزن
333	123	456	گراہم گوچ (انگلینڈ)	ہندوستان	لارڈز	1990
269	161	430	شبھمن گل (ہندوستان)	انگلینڈ	برمنگھم	2025
319	105	424	کمارا سنگاکارا (سری لنکا)	بنگلہ دیش	چٹاگانگ	2013-14
400*	-	400	برائن لارا (ویسٹ انڈیز)	انگلینڈ	سینٹ جونس	2003-04
247*	133	380	گریگ چیپل (آسٹریلیا)	نیوزی لینڈ	ویلنگٹن	1973-74

سے زیادہ رن ویسٹ انڈیز کے برائن لارا نے بنائے ہیں۔ انھوں نے ایسا صرف ایک انگ میں بلے بازی کرنے کے بعد کیا تھا۔ انگلینڈ کے خلاف سینٹ جونس میں اپریل 2004 میں ہوئے ٹسٹ میچ میں انھوں نے 778 منٹ میں 582 بالوں پر 43 چوکوں اور چار چھکوں کی مدد سے آوٹ ہوئے بغیر 400 رن بنائے تھے جو ٹسٹ کرکٹ میں سب سے بڑا انفرادی اسکور بھی ہے۔

سری لنکا کے کمار سنگاکارا بھی ایسے بلے بازوں میں شامل ہیں جنھوں نے ٹسٹ کی ایک انگ میں سنچری اور دوسری میں ڈبل سنچری اسکور کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔ وہ ٹسٹ کی ایک انگ میں ٹرپل سنچری اور ایک میں سنچری بنانے والے انگلینڈ کے گراہم گوچ کے بعد دوسرے بلے باز بنے تھے۔ بنگلہ دیش کے خلاف چٹاگانگ میں فروری 2014 میں ہوئے ٹسٹ میچ میں انھوں نے سری لنکا کی پہلی انگ میں 551 منٹ میں 482 بالوں پر 32 چوکوں اور آٹھ چھکوں کی مدد سے 319 رن بنانے کے بعد دوسری انگ میں 176 منٹ میں 144 بالوں پر گیارہ چوکوں اور دو چھکوں کی مدد سے 105 رن بنانے میں کامیاب ہوئے تھے۔ یہ ٹسٹ کسی فیصلے کے بغیر ختم ہوا تھا۔ اس ٹسٹ میں ان کے 424 رن ایک ٹسٹ میں تیسرے سب سے زیادہ رن بھی ہیں۔

شبھمن گل سے پہلے جس بلے باز نے ٹسٹ کی ایک انگ میں سنچری اور دوسری میں ڈبل سنچری اسکور کی تھی وہ آسٹریلیا کے مارنس لبوشے تھے۔ دائیں ہاتھ کے اس بلے باز نے ویسٹ انڈیز کے خلاف پرتھ میں نومبر 2022 میں ہوئے ٹسٹ میچ میں آسٹریلیا کی پہلی انگ میں 483 منٹ میں 350 بالوں پر 20 چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے 204 رن بنائے تھے۔ دوسری انگ میں وہ 150 منٹ میں 110 بالوں پر 13 چوکوں کی مدد سے 104 رن بناکر ناٹ آوٹ رہے تھے۔ اس ٹسٹ میں آسٹریلیا نے ویسٹ انڈیز کو 164 رن سے شکست دی تھی۔

■

Imran Ahmed
2111, Road Gran, Lal Kuan
Delhi- 110006
Mob.: 9210806296
imran.rod.gran@gmail.com

صحت

عبدالمجید مکرو

بہترین پھل جو جسمانی صحت کے لیے مفید ہیں

ہر شخص جانتا ہے کہ صحت اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے لیکن اس نعمت کی قدر کرنے میں بہت سے لوگ غفلت کا مظاہرہ کرتے ہیں، ہمیں اپنی صحت کے بارے میں حساس ہونا چاہیے۔ آج ہم آپ کو چند پھل کے بارے میں مفید مشورے دیتے ہیں جن کا استعمال ہماری زندگی اور صحت کے لیے مفید ہے۔

سیب (Apple): سیب میں فائبر اور پانی کی مقدار کافی زیادہ ہوتی ہے جس سے پیٹ بھرنے کا احساس زیادہ دیر تک برقرار رہتا ہے۔ ایک تحقیق میں دریافت کیا گیا ہے کہ سیب کھانے سے بھوک لگنے کا احساس زیادہ دیر سے ہوتا ہے جب کہ اس پھل سے جسمانی وزن میں کمی بھی آتی ہے۔ سیبوں میں موجود پولی فینولزائیٹی آکسائیڈنٹس سے بھی جسمانی وزن کو بڑھنے سے روکنا ممکن ہوتا ہے۔

کھجور (Dates): کھجور کھانے کی عادت بھی موٹاپے سے نجات دلانے میں مددگار ثابت ہوسکتی ہے۔ ایک تحقیق میں دریافت کیا گیا ہے کہ روزانہ 3 کھجوریں کھانے والے افراد کے جسمانی وزن میں کمی آتی ہے اور ساتھ ہی کولسٹرول کی سطح بھی بہت بہتر ہوجاتی ہے۔ کھجور میں قدرتی مٹھاس کافی زیادہ ہوتی ہے تو اس پھل کو چینی کے متبادل کے طور پر بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

بلیو بیری (Blueberry): یہ وہ پھل ہے جس میں کیلوریز بہت کم ہوتی ہیں۔ ایک کپ بلیو بیریز میں محض 85 کیلوریز ہوتی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس پھل میں اینٹی آکسائیڈنٹس کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے جس سے امراض قلب ہارٹ اٹیک کا خطرہ کم ہوتا ہے۔ ایک تحقیق میں دریافت کیا گیا ہے کہ بلیو بیریز کھانے کے عادی افراد کے جسمانی وزن میں اضافہ بہت سست روی سے ہوتا ہے۔ اس پھل میں موجود Anthocyanin نامی اینٹی آکسائیڈنٹس جسمانی وزن میں کمی لانے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔

گریپ فروٹ (Grape Fruit): اس پھل کو کھانے سے بھی جسمانی وزن میں کمی لانے میں مدد ملتی ہے۔ سائنسدانوں کی ایک تحقیق میں دریافت کیا گیا ہے کہ دن یا رات کو کھانے سے قبل آدھا گریپ فروٹ کھانے سے

12 ہفتوں میں جسمانی وزن میں 2 کلو کے قریب کمی آتی ہے۔ البتہ گریپ فروٹ کے جوس سے یہ فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ اگر آپ ادویات استعمال کررہے ہیں تو اس پھل کو ڈاکٹر کے مشورے سے ہی استعمال کریں۔

آم (Mango): آم کو پھلوں کا بادشاہ بھی کہا جاتا ہے، اسے جتنا بھی کھالیں دل نہیں بھرتا۔ اس کی ایک اچھی بات یہ ہے کہ اسے کھانے سے جسمانی وزن میں کمی لانے میں بھی مدد ملتی ہے۔ ایک تحقیق میں دریافت کیا گیا ہے کہ آم کھانے والے افراد کا جسمانی وزن Body Weight کم ہوتا ہے۔ جب کہ پیٹ اور کمر کے گرد چربی کی سطح میں اضافہ نہیں ہوتا۔ اس کے ساتھ ساتھ آم کھانے سے جسم کو فائبر (Fiber)، میگنیشیم (Magnesium)، پوٹاشیم (Potassium)، فولیٹ (Folate)، وٹامن اے سی اور ای (Vitamin A,C,E) جیسے اجزا بھی ملتے ہیں۔

مالٹے: ایک مالٹے میں 3 گرام غذائی فائبر ہوتا ہے۔ اس سے نہ صرف قبض سے آرام ملتا ہے بلکہ یہ غذائی جز آنتوں (Intestines) کو بھی صحت مند رکھتا ہے۔

مالٹوں میں موجود فائبر (Fiber) سے پیٹ بھرنے کا احساس زیادہ دیر تک برقرار رہتا ہے جس سے جسمانی وزن کو کنٹرول کرنا بھی آسان ہوجاتا ہے۔

انار (Pomegranate): انار میں بھی فائبر کی مقدار کافی زیادہ ہوتی ہے جب کہ انار میں ایسے اینٹی آکسائیڈنٹس (Antioxidant) موجود ہوتے ہیں جو جسمانی وزن میں کمی لانے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ تحقیقی رپورٹس سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ انار میں موجود اینٹی آکسائیڈنٹس جسمانی وزن میں کمی لانے کے لیے بہترین ہوتے ہیں کیونکہ یہ چربی کو گھلانے کا عمل تیز کرتے ہیں اور معدے کی صحت بہتر ہوتی ہے۔

تربوزہ (Watermelon): تربوزہ وہ پھل ہے جس کے سرخ رنگ کو دیکھتے ہی فرحت کا احساس ہوتا ہے۔ یہ بڑوں اور چھوٹوں کی مرغوب غذا ہے۔ یہ پھل بوڑھے بھی بہت زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اس سرخ رنگ کے پھل کے بارے میں مانا جاتا ہے کہ اسے کھانے سے متعدد امراض سے تحفظ ملتا ہے۔ اس میں موجود پانی اینٹی آکسائیڈنٹس غذائی اجزا اور فائبر سے جسمانی وزن میں کمی آتی ہے۔ ایک تحقیق میں دریافت کیا گیا ہے کہ روزانہ تربوزہ کھانے سے جسمانی وزن میں کمی کا عمل تیز ہوتا ہے کیونکہ پیٹ

بھرنے کا احساس زیادہ دیر تک برقرار رہتا ہے اور بھوک کم لگتی ہے۔تربوزہ کھانے سے جسم میں پانی کی کمی کو دور کیا جاتا ہے اور اس کے کھانے سے بھوک کم لگتی ہے جس سے بے وقت کھانے کی خواہش کم ہوتی ہے۔

ناشپاتی(Pear): اس میں موجود مرکبات سے بلڈ شوگر کی سطح میں کمی آتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ یہ پھل جسمانی وزن میں کمی لانے کے لیے بھی اچھا انتخاب ہے۔ ایک تحقیق میں دریافت کیا گیا ہے کہ ناشپاتی کھانے سے جسمانی وزن میں کمی آتی ہے جب کہ پیٹ اور کمر کے گرد چربی نمایاں حد تک گھٹ جاتی ہے۔

اسٹرابیری(Strawberry): اسٹرابیری بھی جسمانی وزن میں کمی لانے کے لیے بہترین پھل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں فائبر اور اینٹی آکسائیڈنٹس کی مقدار کافی زیادہ ہوتی ہے جب کہ کیلوریز بہت کم۔اسٹرابیریز کو کھانے سے امراض قلب ذیابیطس اور موٹاپے سمیت دیگر متعدد امراض سے تحفظ ملتا ہے۔

لیمو(Lemon): لیمو وہ پھل ہے جو Vitamine وٹامن سی سے بھرپور ہوتا ہے جب کہ اس میں کیلوریز کی مقدار بہت کم ہوتی ہے۔لیمو پانی کے استعمال سے جسمانی وزن میں کمی لانے میں بھی ممکنہ مدد مل سکتی ہے۔ محققین نے بتایا ہے کہ کھانے سے پہلے پانی پینا جسمانی وزن میں کمی کے لیے بہترین حکمت عملی ہے۔

■

Abdul Majeed Makru
Arwani
Distt.: Kulgam
Farsil, Yaripura Road
Anantnag - 192124 (J&K)
Mob.: 8899964008

جواب

1	رنک (Rink)	2	1946	3	LegBefore Wicket	4	photosynthesis
5	کرمنل انوسٹی گیشن ڈپارٹمنٹ	6	بالی ووڈ فلم انڈسٹری، ممبئی	7	اپریل 1935	8	مارچ 1954
9	Junko Tabei	10	مولانا ابوالکلام آزاد	11	ریتا فاریا	12	Convex Mirror
13	چار سال کا	14	میجر دھیان چند	15	چٹنئ	16	ری سائیکل بن
17	ڈسک آپریٹنگ سسٹم	18	ان پٹ ڈوائس	19	ویٹیکن سٹی	20	نیوٹن

تاریخی، سائنسی اور ثقافتی معلومات

معلوماتِ عامہ بچوں کے کیریئر اور مستقبل سازی کے لیے بہت ضروری ہے۔ جنرل نالج پوری دنیا سے جوڑنے کا ایک مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ اسی کے ذریعے مسابقہ جاتی امتحانات میں کامیابی کے دروازے کھلتے ہیں، اس لیے بچے اگر ابھی سے تاریخ، ادب وثقافت، سماج اور سائنس کے موضوعات اور معلومات پر اپنی توجہ مرکوز کریں تو مستقبل میں ان کے لیے راہیں آسان ہو جائیں گی۔

1. اسکیٹنگ کی جگہ کو کیا کہتے ہیں؟
2. سب سے پہلے ڈیجیٹل کمپیوٹر کا استعمال کب ہوا؟
3. LBW کا فل فارم کیا ہے؟
4. وہ کون سا عمل ہے جس سے پودے اپنی خوراک خود بناتے ہیں؟
5. سی آئی ڈی کا فل فارم کیا ہے؟
6. دنیا کی سب سے بڑی فلم انڈسٹری کا نام بتائیں؟
7. ریزرو بینک آف انڈیا کا قیام کب عمل میں آیا؟
8. ہندوستان میں فلم فیئر ایوارڈ کی شروعات کب ہوئی؟
9. ماؤنٹ ایورسٹ سر کرنے والی پہلی خاتون کا نام کیا ہے؟
10. ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم کا نام بتائیں؟
11. ہندوستان کی پہلی خاتون جس نے مس ورلڈ کا خطاب جیتا؟
12. گاڑیوں میں پیچھے کا منظر دیکھنے کے لیے کس آئینہ کا استعمال کیا جاتا ہے؟
13. اولمپک کھیلوں کے درمیان کتنے سالوں کا وقفہ ہوتا ہے؟
14. ہندوستان کے کس کھلاڑی کو ہاکی کا جادوگر کہا جاتا ہے؟
15. تامل ناڈو کی راجدھانی کا نام بتائیں؟
16. کمپیوٹر میں ڈیلیٹ کی گئی تمام فائلیں کہاں یکجا ہوتی ہیں؟
17. DOS کا فل فارم کیا ہے؟
18. Scanner کس طرح کا ڈوائس ہے؟
19. دنیا کا سب سے چھوٹا ملک کون سا ہے؟
20. Laws of Motion کس سائنسداں نے دریافت کیا؟

(جواب صفحہ نمبر 58 پر ملاحظہ فرمائیں)

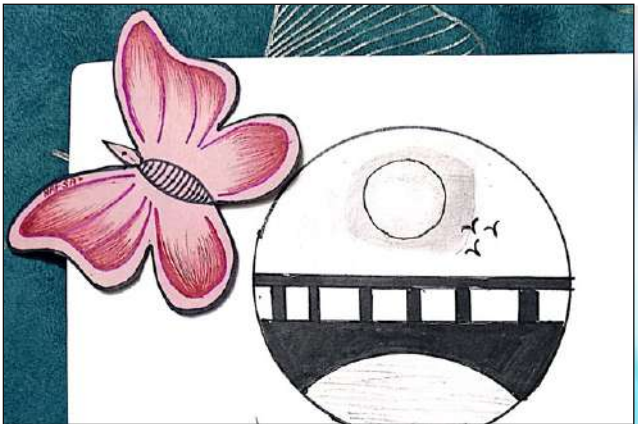

حفصہ عافیہ، درجہ پنجم، گوئنکا پبلک اسکول، نئی دہلی

ریحان اللہ بخش صدر خان، درجہ ہفتم
سرکاری اردو مدرسہ نمبر 2، بیل ہونگل، کرناٹک

عبدالارسلان عبدالرفیق، درجہ ہفتم
ضلع پریشد اردو اسکول، ہیورکھیڑ، مہاراشٹر

ارم فاطمہ محمد امین، درجہ ہفتم، گورنمنٹ اردو گرلز ہائر سیکنڈری اسکول، حریر پورہ، برہانپور، مدھیہ پردیش

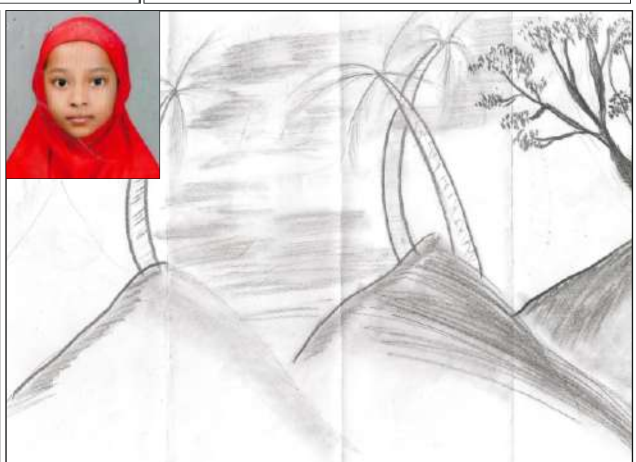

عافیہ توصیف احمد چکولی درجہ ہفتم، سرکاری اردو مدرسہ نمبر 2، بیل ہونگل، کرناٹک

سروش اظہار الدین شیخ، درجہ ششم
ضلع پریشد اردو بوائز اسکول، بودوڈ، مہاراشٹر

ارتضیٰ ذکی، گورنمنٹ اردو ہائر سیکنڈری اسکول، حریر پورہ، برہانپور، مدھیہ پردیش

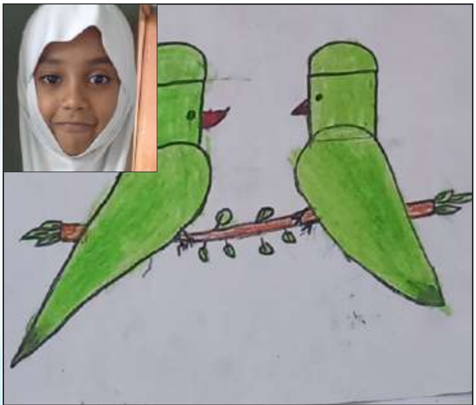

شیخ سحر صادق، درجہ چہارم، مینار اردو پرائمری اسکول
پٹیل نگر، لاتور، مہاراشٹر

شاہد خان شدید خان، درجہ ہفتم، ضلع پریشد اردو اسکول، ہیور کھیڑ، مہاراشٹر

ماہین طاہر حسین چکولی، درجہ ہفتم، سرکاری اردو مدرسہ نمبر 2، بیل ہونگل، کرناٹک

عاشیہ جاوید بنت جاوید اشرف، درجہ سوم، دہلی ورلڈ پبلک اسکول، ایکمی دربھنگہ، بہار

زید شوکت قریشی، درجہ ششم، ضلع پریشد اردو بوائز اسکول بودوڈ، مہاراشٹر

ننھے فنکار

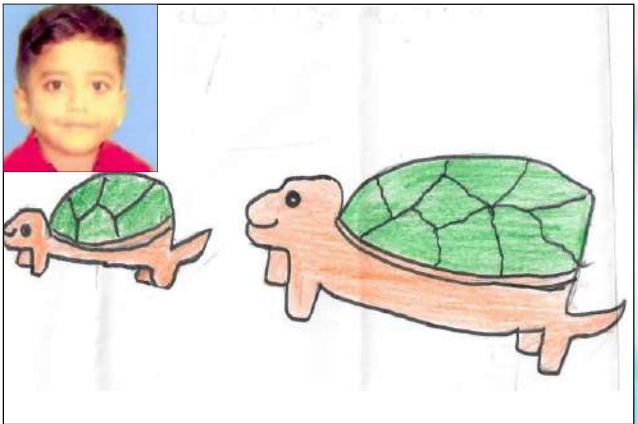

محمد زیان شاہ نور مجاور، درجہ سوم، کارمیل اسکول بیل ہونگل، کرناٹک

شفاء صدف خان، درجہ سوم، المنار پرائمری اینڈ ہائی اسکول
پوار بستی، چکھلی، پونہ، مہاراشٹر

انس خان اعظم خان، درجہ ہفتم، ضلع پریشد اردو اسکول، ہیورکھیڑ، مہاراشٹر

ازکی زریاب، (کے۔جی)، ہوپ انٹرنیشل اسکول، نئی دہلی

آروی فاطمہ، درجہ سوم، اولیوا اکیڈمی، چلما پور، گورکھپور، یوپی

عائشہ، درجہ ہشتم، رابعہ گرلز پبلک اسکول
بلیماران، دہلی۔110006

قلمکاروں سے چند باتیں

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' ایک مقبول رسالہ ہے جس میں بچوں کے ذہن اور نفسیات کو نظر میں رکھتے ہوئے معلوماتی مضامین، دلچسپ کہانیاں، پیاری پیاری نظمیں اور دیگر مفید تحریریں شائع کی جاتی ہیں۔ اس رسالے میں کوشش کی جاتی ہے کہ پورے ہندوستان کی نمائندگی ہو مگر بسیار کوشش کے باوجود بہت سے علاقوں کی متناسب نمائندگی نہیں ہو پاتی ہے۔ ایسے علاقوں کے ادیبوں کی جستجو ہماری ترجیحی فہرست میں شامل ہے۔

قلمکاروں سے گذارش ہے کہ بچوں کی دنیا کے لیے تحریریں بھیجتے وقت درج ذیل امور کا خاص خیال رکھیں:

- بچوں کے لیے صرف وہی تخلیق ارسال کریں جس سے ان کی معلومات اور آگہی میں اضافہ ہو، خاص طور پر وہ تحریریں جو بچوں میں مطالعے کی تحریک اور ترغیب پیدا کریں۔
- تخلیق کی زبان آسان ہو، مشکل الفاظ سے گریز کریں تو بہتر ہوگا۔
- تخلیق غیر مطبوعہ ہو۔ کسی اخبار/ مجلّے میں ارسال نہ کی گئی ہو۔
- مضمون ان پیج پروگرام میں ہو اور 1200 (بارہ سو) الفاظ سے کم اور 2000 الفاظ سے زیادہ نہ ہو۔
- مضمون کے ساتھ اپنا تعارف مع تصویر ارسال فرمائیں۔ تعارف میں بچوں کے لیے لکھی گئی کتابوں اور مضامین کا اندراج ضرور فرمائیں۔
- مضمون میں اعداد و شمار رومن میں لکھیں۔
- مضمون ادارے کے مزاج، معیار اور پالیسی کے منافی نہ ہو۔
- تخلیق کی اشاعت کے درمیان کم سے کم تین (3) ماہ کا فاصلہ لازمی ہے۔ اس سے کم مدت میں تخلیق کی اشاعت کے لیے اصرار نہ فرمائیں۔
- کسی دوسری زبان کا ترجمہ اصل متن کے ساتھ ارسال کریں اور مصنف کا اجازت نامہ بھی منسلک کریں۔
- مضمون میں پہلے یا آخری صفحے پر مضمون نگار کا نام، مکمل پتہ مع پن کوڈ (انگلش میں) اور موبائل نمبر ضروری ہے۔

مضمون کی حتمی منظوری ایڈیٹوریل ریویو کے بعد ہی دی جائے گی۔

قلمکار حضرات اخلاقی ضوابط Ethical guidelines کا پورا خیال رکھیں۔

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' کو زیادہ مفید مطلب بنانے کے لیے آپ سب کے مشوروں اور تعاون کی ضرورت ہے۔

—ادارہ

बच्चों की दुनिया मासिक, नवंबर 2025, वर्ष 13, अंक 11
BACHON KI DUNIYA Monthly, November 2025 Vol. 13, Issue: 11
National Council for Promotion of Urdu Language
Ministry of Education, Department of Higher Education, Government of India

RNI NO. DELURD/2013/50375
ISSN 2350-1286
Date of Publication : 11/10/2025
Date of Dispatch: 12 and 13 of advance Month
Total Pages: 64

سوچھ بھارت
ایک قدم صفائی کی جانب

بچوں کے لیے قومی اردو کونسل کی چند دل چسپ کتابیں

صفحات: 29، قیمت: 25 روپے

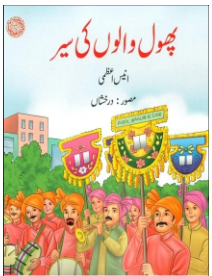

صفحات: 33، قیمت: 40 روپے

صفحات: 32، قیمت: 40 روپے

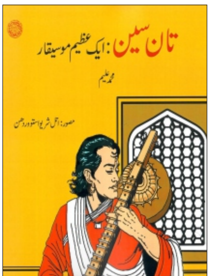

صفحات: 20، قیمت: 30 روپے

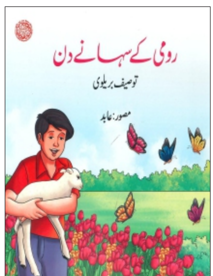

صفحات: 17، قیمت: 25 روپے

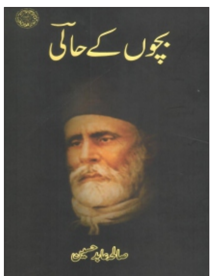

صفحات: 43، قیمت: 20 روپے

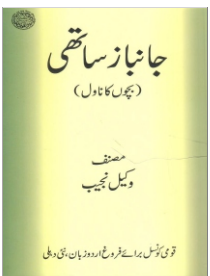

صفحات: 200، قیمت: 50 روپے

صفحات: 43، قیمت: 15 روپے

خریداری کے لیے رابطہ کریں:

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی–110066
فون: 011-26109746، فیکس: 011-26108159، E-mail.: sales@ncpul.in

Printed and Published by Dr. Md Shams Equbal, Director NCPUL, on behalf of National Council for Promotion of Urdu Language, and printed at Makoff Printers, B - 127, Sector 65, Noida, U.P
And Published at Farogh-E-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi -110025.